



# رَبِّ الْتَّقْوَىٰ لَا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ

جَامِعَةُ الْتَّقْوَىٰ لَا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ  
کاترجمان ماهِ رمضان

رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ / اپریل، ۲۰۲۱ء

● سیدنا علی المرتضی (علیہ السلام)

● شرعی پردازی کی حقیقت

● رمضان المبارک اور غزوہ بدرا

● زکوٰۃ نہ دینے کا گناہ

● صدقة الفطر

طالبات کی دینی تعلیم و تربیت کا مشائی ادارہ



جامعة دارالتفوی (زیر انتظام)

# مدرسہ فاطمۃ الزہراء للبنات

- |                     |                        |                      |                        |
|---------------------|------------------------|----------------------|------------------------|
| علماء کورس (چ سالہ) | صف الاعدادی (ایک سالہ) | صف النساء (ایک سالہ) | دراسات دینیہ (دو سالہ) |
|---------------------|------------------------|----------------------|------------------------|

## اعلان داخلہ

آغاز داخلہ 10 شوال سے وقت داخلہ صبح 8 تا 12

### مزید شاخیں

گارڈن ٹاؤن

کینٹ

از میر ٹاؤن

شاہدرہ

لگش رادی

مری

قصور

ایڈن کالج

سمن آباد

جامعہ دارالتفوی جامع مسجد المہال چوبی پارک، لاہور 05-35967905



# ماہنامہ دارالتحقیقی

لاہور

حضرت اقدس ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جلد 10 ( رمضان المبارک، شوال ۱۴۳۲ھ - مئی ۲۰۲۱ء ) شمارہ ۹

بدعا

نیو سرپرنسی

حضرت مولانا یوسف خان صاحب مدظلہ

مدیر

حضرت مولانا اویس احمد صاحب

مدیر مسئول

مولانا عبدالودود ربانی

مجلس مشاورت

مجلس ادارت

حضرت مولانا عثمان صاحب

حضرت مولانا عمر شید صاحب

حضرت مولانا جمیل الرحمن صاحب

مفتی محمد اسماء

مولانا ذوالکفل

Email Address

[Monthlydarultaqa@gmail.com](mailto:Monthlydarultaqa@gmail.com)

اس دائرے میں سرخ نشان  
مدت خریداری کے ختم ہونے کی علامت ہے

فی شمارہ: ۳۰ روپے

سالانہ بدل خرچ: ۳۸۰ روپے

طبع: شرکت پرنگ پریس

## خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دارالتحقیقی متصل جامع مسجد الہلال چوبری پارک لاہور  
فون نمبر: 0304-4167581 04235967905  
سالانہ رسالے کے اجزاء کے لیے مذکورہ پتہ پر من آڑ کریں

## مقام اشاعت

بنک اکاؤنٹ نمبر  
1001820660001

ٹائل اکاؤنٹ دارالتحقیقی ٹرست  
ایم آئی بی برائی گوڈز 159 (مسلم کرشل بنک)

متصل جامع مسجد الہلال  
چوبری پارک لاہور

# ماہنامہ دارالتحوی لاحور

مئی 2021ء

## فہرست

حرف اولیں

5 ————— مولانا عبد الودود ربانی خوشیاں باٹنے کا نام عبید ہے

درس قرآن

10 ————— مولانا عاشق الہی بلند شہری شبِ قادر کی فضیلت

مقالات و مضامین

18 ————— عبدالرافع رسول سیدنا علی المرتضی (رضی اللہ عنہ)

26 ————— مفتی تقی عثمانی صاحب شرعی پردازے کی حقیقت

33 ————— مولانا محمد منصور احمد رمضان المبارک اور غزوہ بدرا

40 ————— مفتی عبد الروف سکھروی زکوٰۃ نہ دینے کا گناہ

سوائچ

47 ————— مولانا ذاواکفل سوائچ حضرت حاجی عبد الوہاب صاحب

سفر نامہ

50 ————— مفتی تقی عثمانی صاحب جہان دیدہ

تذکرہ اسلاف

54 ————— محمد راشد شیخ مولانا فضل ربی ندوی

مسائل

57 ————— مفتی ڈاکٹر عبد الواحد صاحب انتکاف کے فضائل و مسائل

60 ————— بہشتی زیور صدقۃ الفطر

## حرف اولیں

### عید خوشیاں با نٹنے کا نام ہے

عید الغطیر کی آمد آمد ہے۔ اہل اسلام عید کی خوشیوں کو روائتی جوش و خروش سے منانے کی تیاریوں میں مصروف ہیں، یہ دن ماہ صیام کی تکمیل پر اللہ تعالیٰ سے انعامات پانے کا دن ہے، بلاشبہ عید اللہ کا انعام بھی ہے اور خوشیوں کا پیغام بھی۔ یہی وجہ ہے کہ اُمت مسلمہ میں اس دن کو ایک خاص مقام اور اہمیت حاصل ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کلمہ سے مدینہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ مدینہ کے لوگ دو مخصوص دنوں میں تفریح کرتے اور خوشیاں مناتے ہیں۔ آپ نے پوچھا یہ دو دن کیسے ہیں، لوگوں نے بتایا یہ ہمارے تھوار ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا نے تمہیں ان دو دنوں کے بعد زیادہ بہتر دو دن عطا فرمائے ہیں ایک عید الغطیر و سر اعید الاضحی (سنن ابی داؤد)۔ مسلمانوں نے اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تعمیل میں کیکشوال دو بھری کو پہلی بار عید منانی۔

عید الغطیر کی حقیقی خوشی اس میں ہے کہ غرباء مسَاکین، بیتامی اور ضرورت مندوں کو بھی ان خوشیوں میں شامل کیا جائے۔ اسلام دین فطرت ہے۔ اس کا کوئی بھی حکم حکمت و مقصد سے خالی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صاحب نصاب مسلمانوں پر زکوٰۃ اور صدقہ فطر واجب کر کے یہ آفاتی پیغام دیا ہے کہ غربیوں اور مصیبت زدہ انسانوں کو عام حالات میں اور بالخصوص عید کی خوشیوں میں اپنی زکوٰۃ و صدقات اور خیرات کے ذریعے شامل کیا جائے۔ عام طور پر مسلمان اسی مبارک مہینے میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ یہی وہ حکم ہے جس کے ذریعے امیر لوگ اپنی آمدی سے شریعت کے اصولوں اور احکام کے مطابق ایک خاص رقم الگ کر کے غرباء میں تقسیم

کرتے ہیں۔ اس سے غرباء و مساکین اپنے بچوں کے لئے اشیائے خور و نوش اور نیا لباس خریدتے ہیں اور یوں سب عید کی خوشیوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔

اسی ماہ مبارک میں صدقہ فطر دیا جاتا ہے، صاحب ثروت لوگوں کے لیے واجب قرار دیا گیا ہے کہ وہ غرباء، یتامی، مساکین کا خیال رکھیں ان کا احساس کریں تاکہ وہ بھی عید کی خوشیوں میں برابر کے شریک ہو سکیں۔ ہمارے روزے تک قبول نہیں ہو سکتے جب تک ہم ان ضرورت مندوں کو فطرانہ ادا نہ کر دیں۔ رمضان کے روزے، تمام عبادات، قیام و بحودت تک ہوا میں معلق رہتے ہیں جب تک ہم فطرانہ ادا نہیں کر دیتے۔ اور سب سے بہتر عمل یہ ہے کہ ہم فطرانہ عید سے کچھ دن پہلے ادا کریں تاکہ وہ لوگ بھی عید کی تیاری کر پائیں جو استطاعت نہیں رکھتے۔ اہل علم نے صدقہ فطر کی بہت ساری حکمتیں بیان کی ہیں لیکن دو حکمتیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمائی ہیں، وہ بہت ہی اعلیٰ وارفع ہیں۔

1- روزے میں ہونے والی کوتا ہیوں کی تلافي۔

2- غرباء و مساکین کو اپنے ساتھ عید کی خوشیوں میں شامل کرنے کا انتظام۔ (ابوداؤد)

آپ ﷺ کا خصوصی ارشاد ہے کہ مسکینوں پر اتنا خرچ کرو تاکہ وہ سوال سے بے نیاز رہیں۔ بھیک مانگنے سے گریز کریں۔ اس لیے صاحب و سمعت لوگوں پر لازم ہے کہ وہ عید سے کئی دن قبل ہی صدقہ فطر ادا کر دیں، فطرانہ گندم اور جو کے حساب سے بھی دیا جاسکتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ کھجور اور کشمش کے حساب سے نکلا جائے تاکہ غریبوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ ہو، اللہ کی راہ میں جس قدر زیادہ خرچ کریں گے اس میں غریب کا فائدہ تو ہے ہی، خرچ کرنے والا بھی اللہ کے ہاں زیادہ اجر و ثواب کا حق دار ہوگا۔ سورۃ آل عمران میں اللہ پاک کا ارشاد گرامی ہے ”یعنی اور مقبولیت کا مقام تم کو اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ تم اپنی محبوب ترین چیزوں کو راہ خدا میں خرچ نہ کرو۔“ اس لئے ضروری ہے کہ راہ خدا میں دینے کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ چیز کا انتخاب کیا جائے۔

حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ انصار میں سے سب سے زیادہ دولت مند تھے۔ ان کی اپنی وسیع جائیداد تھی۔ اس جائیداد پر عالی شان کھجور کے باغات بھی تھے۔ ان باغوں سے آپ لاکھوں درہم کماتے

تھے۔ ان باغات میں سے ایک باغ تھا ”بیر حاء“۔ یہ باغ آپ کو بہت پسند تھا۔ اگر دنیا میں کوئی چیز حضرت ابو طلحہ انصاری ﷺ کو پسند یا محبوب تھی تو وہ یہ ”بیر حاء“ باغ تھا۔ یہ باغ انہیں کیوں محبوب تھا؟ اس کی وجہ بھی بہت دلچسپ ہے۔ ہمارے نزدیک یہ اس لیے محبوب ہوا ہوگا، کیونکہ اس سے آپ لاکھوں درہم کماتے تھے، لیکن حضرت ابو طلحہ انصاری ﷺ کو یہ باغ اس لیے پسند نہیں تھا۔ یہ باغ مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا۔ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰيْهِ وَاٰلِہٖۤہٖۤسَلَّمَ نماز کے بعد کبھی بھی اس باغ میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اس باغ سے تازہ پانی نوش فرماتے تھے۔ ابو طلحہ انصاری ﷺ کو یہ باغ بس اس وجہ سے زیادہ محبوب تھا کہ اس میں رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰيْهِ وَاٰلِہٖۤہٖۤسَلَّمَ تشریف لے جایا کرتے تھے۔ پانی نوش فرماتے تھے اور لطف انداز ہوتے تھے۔ دوسری وجہ مسجد نبوی کے سامنے واقع ہونے کی وجہ سے آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰيْهِ وَاٰلِہٖۤہٖۤسَلَّمَ کی معیت میں نماز ادا فرمائیتے تھے۔ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰيْهِ وَاٰلِہٖۤہٖۤسَلَّمَ کی محفل میں شرکت کا شرف مل جاتا تھا یعنی دین اور دنیا ساتھ ساتھ چل رہے تھے، اس لیے حضرت ابو طلحہ انصاری ﷺ کو یہ باغ بہت عزیز تھا۔

ایک روز آپ ﷺ پر قرآن کی ایک آیت نازل ہوئی۔ سورۃ آل عمران کی اس آیت کا ترجمہ ہے: ”جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرو گے، ہرگز بھالی نہیں پاؤ گے“ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰيْهِ وَاٰلِہٖۤہٖۤسَلَّمَ نے جب اس حکم خداوندی کو صحابہ تک پہنچایا تو حضرت ابو طلحہ انصاری ﷺ یہ ارشاد سن کر چونک اٹھے۔ حضرت انس ﷺ سے روایت ہے حضرت ابو طلحہ انصاری ﷺ بارگاہ رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلٰيْهِ وَاٰلِہٖۤہٖۤسَلَّمَ میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے اور مجھے اپنے سارے مال سے سب سے زیادہ محبوب ”بیر حاء“ ہے، اس لیے اب وہی میری طرف سے اللہ تعالیٰ کے لیے صدقہ ہے۔ مجھے امید ہے آخرت میں مجھے اس کا ثواب ملے گا اور میرے لیے ذخیرہ ہوگا لہذا آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰيْهِ وَاٰلِہٖۤہٖۤسَلَّمَ اس کے بارے میں وہ فیصلہ فرمادیں جو اللہ تعالیٰ آپ کے ذہن میں ڈالے۔“ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰيْهِ وَاٰلِہٖۤہٖۤسَلَّمَ کے چہرہ انور پر مسکراہٹ بکھرگئی۔ فرمایا: ”واہ واہ! یہ تو بڑی نفع مند اور کارآمد جائیداد ہے۔ میں نے تمہاری بات سن لی۔ تمہاری مشناء سمجھ لی۔ میں سمجھتا ہوں تم اس کو اپنے ضرور تمند قربتی رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔“ حضرت ابو طلحہ انصاری ﷺ نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ! میں یہی کروں گا۔“ چنانچہ حضرت ابو طلحہ انصاری ﷺ نے وہ باغ اپنے قربتی رشتہ داروں اور پچازاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔

صحابہ کرام ﷺ کے ایمان و عمل اور ایثار کی یہ مثال ہم سب کے لیے مشعل راہ ہے۔ اگر ہم عید سے پچی خوشی اور مسرت کشید کرنا چاہتے ہیں، اگر ہم دنیا میں بہشت کا نظارہ کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں تیباوں اور بیواوں کو بھی عید کی خوشیوں میں شریک کرنا ہو گا۔ ہم زکوٰۃ، صدقہ، خیرات کو حق داروں تک پہنچا کر غریبوں کو عید کی مسروتوں میں شریک کر سکتے ہیں۔ یوں ہم اپنے رب کے قریب تر ہو جائیں گے۔

اگر اب لی ثروت حقیقی خوشی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں اپنے قرب و جوار میں اور اس سے باہر نکل کر جہانکنا ہو گا۔ انہیں غربت کی چکی میں پے مفلاک الحال مخلوق خدا کا سہارا بننا ہو گا۔ اگر ہمارے امراء وقت پر اور پوری زکوٰۃ زکالا شروع کر دیں اور اس سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر اصل مستحقین تک پہنچانا شروع کر دیں تو ایک زبردست معاشرتی و معاشری انقلاب آسکتا ہے۔ ملک سے غربت اور بے روزگاری ختم ہو سکتی ہے۔ غریب کے بچے بھی پڑھ لکھ کر خاندان کا دست و بازو بن سکتے ہیں۔ نادار کو بھی علاج معا الجے کی سہولت میسر آسکتی ہے اور ہمارا ملک اسلامی فلاحی معاشرے کی عملی تصویر بن سکتا ہے۔

### ”دارالتحقیقی ٹرسٹ“ کی ”راشن فراہمی مہم“ ایک مستحسن قدم

رمضان المبارک ہمدردی و غم خواری کا مہینہ ہے۔ یہ مہینہ دکھ بانٹنے اور دوسروں کے احوال سے باخبر ہو کر ان کی مدد کرنے کا ہے، رمضان کے بعد عید ہے، عید کی مسروتوں میں ان لوگوں کو بھی شریک کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو اپنی نیگ دستی کے سبب اس دن بھی روزے سے نظر آتے ہیں اور رمضان کو ہم دردی اور غم خواری کا مہینہ بلا وجہ قرار نہیں دیا گیا، اس میں صاحب حیثیت مسلمانوں کے لیے ایک پیغام ہے کہ ضرورت مندانہ انسانیت کے ساتھ ہم دردی اور غم خواری بھی اس ماہ مبارک کی ایسی ہی عبادت ہے جس پر سترنگانا جزو ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے۔

”دارالتحقیقی ٹرسٹ“ نے گذشتہ سال کی طرح امسال بھی رمضان المبارک میں شہر کے غریب نادار اور مستحقین کے لئے ”راشن فراہمی مہم“ شروع کی ہے جو کامیابی سے جاری ہے، جس کے تحت غرباء، میں امدادی پیکنچ جو بنیادی انسانی ضروریات (اشیاء خورد و نوش) پر مشتمل ہے تقسیم کیا جا رہا ہے اس سلسلے میں ایک جماعت تشکیل دی گئی ہے جو سروے کر کے مفلس اور نادار خاندانوں پر مشتمل فہرست مرتب کرتی ہے بعد

از اس فہرست کے مطابق ان خاندانوں کو راشن فرائم کیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ گذشتہ سال بھی ”دارالتفوی ٹرسٹ“ نے سینکڑوں خاندانوں میں راشن تقسیم کیا تھا۔

هم یہ سمجھتے ہیں کہ جامعہ ہذا کا یہ قدم انتہائی مستحسن ہے اس عمل سے سینکڑوں خاندانوں کی سحر و افطار کی خوشیاں دو بالا ہوئی ہیں۔ موجودہ حالات میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ تمام افراد، مکاتب فکر، جماعتیں، تنظیمیں اور مدارس جو کسی نہ کسی سطح پر اور کسی نہ کسی حوالے سے مذہبی، دعوتی، تبلیغی اور تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں، وہ خدمتِ خلق اور رفاهی میدان میں بھی آگے آئیں، حالات کا شکار انسانیت کے دکھ درد کا مداوا کرنے، ان کے زخمیوں پر مرہم رکھنے اور ان کے مصائب و مسائل کو کم کرنے میں اپنے حصے کا کردار ادا کریں۔ اہل مدارس کو چاہیے کہ تعلیمی عمل کے ساتھ ساتھ عوام کی فلاج و بہبود کے لئے بھی نظم قائم کریں ہر گلی محلے میں مدارس و مساجد کا جال بچھا ہوا ہے، علمائے کرام کو اہل خیر کا بھرپور اعتماد بھی حاصل ہے اس لئے اگر آپ اس کا خیر کے لئے کمر بستہ ہو گئے تو امید کی جاسکتی ہے کہ کسی گلی محلے میں کوئی بھوکا نہیں سوئے گا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے کچھ ادارے بہتر کام کر رہے ہیں، لیکن اسے ہر مسجد اور مدرسے کی سطح پر اور منظم انداز میں شروع کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ جامعہ کی اس کاوش کو قبول فرمائے، اسے ترقی دے اور دیگر مدارس کے لئے قابل تقسیم بنائے۔ آمین

والسلام

عبدالودود ربانی

مدیر مسؤول



## شب قدر کی فضیلت

مولانا عاشق الہی بلند شہری

اعوذ بالله من الشیطان الرجیم

بسم الله الرحمن الرحيم

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا أَدْرِنَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ  
شَهْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ سَلَّمَ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعَ الْفَجْرِ

ترجمہ:

بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ شب قدر کیا ہے۔ شب  
قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس میں فرشتے اور روح القدس اپنے رب کے حکم سے ہر امر کو لے کر اترتے  
ہیں، وہ سراپا سلامتی ہے وہ فخر کے طلوع ہونے تک رہتی ہے۔

تفسیر:

اوپر سورۃ القدر کا ترجمہ دیا گیا ہے جس میں قرآن مجید نازل فرمانے کا فرمایا ہے۔ اول تو یوں  
فرمایا کہ ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ (بیشک ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا) قرآن مجید تھوڑا

تحوڑا کر کے تینس سال میں نازل ہوا ہے پھر شب قدر میں نازل فرمانے کا کیا مطلب ہے؟ اس کے بارے میں حضرات مفسرین کرام نے فرمایا ہے کہ پورا قرآن مجید لوح محفوظ سے اتار کر آسمان دنیا یعنی قریب والے آسمان میں اتار دیا گیا، وہاں بیت العزت میں رکھ دیا گیا پھر جبرائیل (علیہ السلام) حسب الحکم تھوڑا تھوڑا کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس وحی کے طور پر لاتے رہے۔ سورۃ البقرہ میں فرمایا ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْفُرْقَانُ ﴿٢٩﴾ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم ماہ رمضان میں نازل ہوا، چونکہ شب قدر رمضان میں ہوتی ہے اس لیے اس میں کوئی تعارض نہیں۔

شب قدر کی فضیلت بتاتے ہوئے اول تو سوال کے پیرا یہ میں اس کی اہمیت بتائی اور فرمایا وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ﴿١﴾ (اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ شب قدر کیا ہے؟) اس کے بعد ارشاد فرمایا لیلۃ الْقَدْرِ أَخْيُرُ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ ﴿٢﴾ (شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے) اس کا مطلب یہ ہے کوئی شخص ہزار مہینے تک اعمال صالح میں مشغول رہے جن میں شب قدر نہ ہو اور کوئی شخص شب قدر میں مشغول عبادت رہے تو اس کا یہ عمل ہزار ماہ اعمال صالح میں لگے رہنے والے شخص سے افضل ہو گا۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جیسی اسرائیل میں سے ایک شخص کا ذکر کیا گیا جو فی سبیل اللہ ہزار ماہ تک اپنے کاندھے پر جہاد کے تھیار اٹھائے رہا، رسول اللہ ﷺ کو یہ بات پسند آئی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا اے پروردگار آپ نے میری امت کو دوسرا امتوں کے مقابلہ میں عمریں کم دی ہیں اور عمریں کم ہونے کی وجہ سے ان کے اعمال بھی کم ہیں (ان کے لیے بھی زیادہ ثواب کی کوئی سبیل ہونی چاہیے) اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ پر سورہ قدر نازل فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (معالم التزیل صفحہ ۵۱۳ ج ۴)

ہزار مہینوں کے ۸۳ سال اور ۴ مہینے ہوتے ہیں، پھر شب قدر کو ہزار مہینے کے برابر نہیں بتایا بلکہ ہزار مہینے سے بہتر بتایا کس قدر بہتر ہے اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ مومن بندوں کے لیے شب قدر بہت خیر و برکت کی چیز ہے، ایک رات جاگ کر عبادت کر لیں اور ہزار مہینوں سے زیادہ عبادت کا ثواب پالیں اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے؟ اسی لیے توحیدیث شریف میں فرمایا: (مَنْ حَرَمَهَا فَقَدْ حَرَمَ الْخَيْرَ كَلَهُ وَلَا

یحرم خیرہا الا کل محروم) (یعنی جو شخص شب قدر سے محروم ہو گیا گویا پوری بھلانی سے محروم ہو گیا اور شب قدر کی خیر سے وہی محروم ہوتا ہے جو کامل محروم ہو۔ (ابن ماجہ)

مطلوب یہ ہے کہ چند گھنٹے کی رات ہوتی ہے اور اس میں عبادت کر لینے سے ہزار مہینے سے زیادہ عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے چند گھنٹے بیدار رہنا اور نفس کو سمجھا بمحاجہ کر عبادت کر لینا کوئی ایسی قابل ذکر تکلیف نہیں جو برداشت سے باہر ہو، تکلیف ذرا سی اور ثواب بہت بڑا، اگر کوئی شخص ایک پیسہ تجارت میں لگا دے اور بیس کروڑ روپیہ کا نفع پائے اس کو کتنی خوشی ہوگی اور جس شخص کو اتنے بڑے نفع کا موقعہ ملا پھر اس نے توجہ نہ کی اس کے بارے میں یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ وہ پورا پورا محروم ہے۔

پہلی امتوں کی عمریں زیادہ ہوتی تھیں۔ اس امت کی عمر بہت سے بہت ۷۰، ۸۰ سال ہوتی ہے اللہ پاک نے یہ احسان فرمایا کہ ان کو شب قدر عطا فرمادی اور ایک شب قدر کی عبادت کا درجہ ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ کر دیا، محنت کم ہوئی، وقت بھی کم لگا اور ثواب میں بڑی بڑی تک بروائی امتوں سے بڑھا دیا اس امت پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و انعام ہے۔ فلله الحمد علی ما اعطی و انعمد و اکرم ام المؤمنین عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے بیان کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شب قدر کرو تلاش کو (یعنی ان راتوں میں محنت کے ساتھ گلو، ان میں کوئی نہ کوئی رات شب قدر ہوگی)۔ (مشکوٰۃ المصائب صفحہ ۱۸۲) کیونکہ بعض روایات میں ستائیسویں شب کا خصوصی ذکر آیا ہے اس لیے اس میں شب بیداری کرنا یعنی نماز اور تلاوت اور ذکر میں لگے رہنے کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے۔

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ایمان کے ساتھ ثواب کی امید رکھتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس نے رمضان کی راتوں میں ایمان کے ساتھ اور ثواب سمجھتے ہوئے نمازوں میں قیام کیا اسکے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس نے ایمان کے ساتھ ثواب کی امید رکھتے ہوئے شب قدر میں قیام کیا یعنی نمازوں میں پڑھتا رہا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

قیام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں کھڑا رہے اور اسی حکم میں یہ بھی ہے کہ تلاوت اور ذکر میں مشغول ہو اور ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ریا وغیرہ کسی طرح کی خراب نیت سے عبادت میں مشغول نہ ہو بلکہ اخلاص کے ساتھ مخصوص اللہ کی رضا اور ثواب کی نیت سے عبادت میں لگا رہے، علماء نے فرمایا ॥ کہ ثواب کا یقین کرے بثاشت قلب سے کھڑا ہو بوجھ سمجھ کر بد دلی کے ساتھ عبادت میں نہ لگے، ثواب کا یقین اور اعتقاد جس قدر زیادہ ہوگا اتنا ہی عبادت میں مشقت کا برداشت کرنا سہل ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص قرب الہی میں جس قدر ترقی کرتا جاتا ہے عبادت میں اس کا نہاک زیادہ ہوتا جاتا ہے۔

نیز یہ بھی معلوم ہو جانا ضروری ہے کہ حدیث بالا اور اس جیسی احادیث میں گناہوں کی معافی کا ذکر ہے، علماء کا اجماع ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے پس جہاں احادیث میں گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر آتا ہے وہاں صغیرہ گناہ مراد ہوتے ہیں اور صغیرہ گناہ ہی انسان سے بہت زیادہ سرزد ہوتے ہیں، عبادت کا ثواب ملے اور ہزاروں گناہوں کی معافی بھی ہو جائے کس قدر نفع عظیم ہے۔

سیدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کیا کہ اگر مجھے پتہ چل جائے کہ کون سی رات شب قدر ہے تو میں اس میں کون سی دعا مانگوں؟ آپ نے فرمایا یوں دعا مانگنا: (اللهم انك عفو تحب العفو فأعف عنى) (اے اللہ اس میں شک نہیں کہ آپ معاف کرنے والے ہیں، معاف کرنے کو پسند فرماتے ہیں، الہنا مجھے معاف فرمادیجھے)۔

دیکھیے کیسی دعا ارشاد فرمائی، نہ زرمانگانے کو بتایا نہ زمین، نہ دھن نہ دولت کیا مانگا؟ معافی۔ بات اصل یہ ہے کہ آخرت کا معاملہ سب سے زیادہ کھٹکن ہے وہاں اللہ کے معاف فرمانے سے کام چلے گا، اگر معافی نہ ہوئی اور خدا نخواستہ عذاب میں گرفتار ہوئے تو دنیا کی ہر نعمت اور دولت و ثروت بیکار ہوگی، اصل شے معافی اور مغفرت ہی ہے۔

**لڑائی جھگڑے کا اثر:**

حضرت عبادت (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک دن اس لیے باہر تشریف لائے کہ ہمیں شب قدر کی اطلاع فرمادیں، مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا

کہ میں اس لیے آیا کہ تمہیں شب قدر کی اطلاع دوں مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا ہو رہا تھا جس کی وجہ سے اس کی تعین میرے ذہن سے اٹھائی گئی، یا بعید ہے کہ یہ اٹھالینا اللہ کے علم میں کہتر ہو۔ (رواہ ابوخاری) اس مبارک حدیث سے معلوم ہوا کہ آپس کا جھگڑا اس قدر برا عالم ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ پاک نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قلب مبارک سے شب قدر کی تعین اٹھائی یعنی کس رات کوشب قدر ہے مخصوص کر کے اس کا علم جو دے دیا گیا تھا وہ قلب سے اٹھایا گیا۔ اگرچہ بعض وجوہ سے اس میں بھی امت کا فائدہ ہو گیا، جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم ابھی ذکر کریں گے، لیکن سبب آپس میں جھگڑا بن گیا جس سے آپس میں جھگڑے کی مذمت کا پتہ چلا۔

### شب قدر کی تعین نہ کرنے میں مصالح:

علماء کرام نے شب قدر کو پوشیدہ رکھنے یعنی مقرر نہ کرنے یوں نہ بتانے کے بارے میں کہ فلاں رات کوشب قدر ہے چند مصلحتیں بتائی ہیں۔

اول: یہ کہ اگر تعین باقی رہتی تو بہت سے کوتاہ طبائع دوسری راتوں کا اہتمام بالکل ترک کر دیتے اور موجودہ صورت میں اس احتمال پر شاید آج ہی شب قدر ہو، متعدد راتوں میں عبادت کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔

دوسری: یہ کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو معاصر یعنی گناہ کیے بغیر نہیں رہتے۔ تعین کی صورت میں اگر باوجود معلوم ہونے کے معصیت کی جرأت کی جاتی تو یہ بات سخت اندازہ ناک تھی۔

تیسرا: یہ کہ تعین کی صورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات چھوٹ جاتی تو آئندہ راتوں میں افسردگی کی وجہ سے پھر کارات کا جا گنا بشاشت کے ساتھ نصیب نہ ہوتا، اور بشاشت کے ساتھ رمضان کے چند راتوں کی عبادت شب قدر کی تلاش میں نصیب ہو جاتی ہے۔

چوتھی: یہ کہ رمضان کی عبادت میں حق تعالیٰ جل شانہ ملائکہ پر تفاخر فرماتے ہیں اس صورت میں تفاخر کا موقع زیادہ ہے کہ باوجود معلوم نہ ہونے کے محض احتمال پر رات بھر جاتے ہیں اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور ان کے علاوہ اور بھی مصالح ہو سکتی ہیں۔ جھگڑے کی وجہ سے اس خاص رمضان

المبارک میں تعین بحلا دی گئی اور اس کے بعد مصالح مذکورہ یا دیگر مصالح کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے تعین چھوڑ دی گئی۔ اس میں بھی امت کے لیے خیر ہی ہے۔

﴿تَنَزَّلَ الْمَلِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا يَأْذِنُ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ﴾ (اس رات میں فرشتے اور روح القدس اپنے پروردگار کے حکم سے اترتے ہیں) الہائیہ کے ساتھ روح بھی فرمایا جس سے جمہور علماء کے نزدیک حضرت جبرائیل (علیہ السلام) مراد ہیں۔ اسی لیے ترجمہ میں لفظ القدس اختیار کیا گیا ہے۔ بعض حضرات نے روح کا ترجمہ رحمت بھی کیا ہے۔ من کل امر کی تفسیر کے بارے میں روح المعانی میں چند اقوال لکھے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ فرشتے اللہ کی طرف سے ہر طرح کی خیر و برکت لے کر نازل ہوتے ہیں۔ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو جبرائیل (علیہ السلام) فرشتوں کی ایک جماعت میں نازل ہوتے ہیں اور ہر وہ بندہ جو کھڑے ہوئے یا بیٹھے ہوئے اللہ کا ذکر کر رہا ہو ان سب پر رحمت بھیجتے ہیں پھر جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے سامنے بطور فخر ان بندوں کو پیش فرماتے ہیں کہ اے میرے فرشتو! اس مزدور کی کیا جزا ہے جس نے اپنا عمل پورا کر دیا ہو، فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب اس کی جزا یہ ہے کہ اس کا اجر پورا دے دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوتا ہے کہ اے میرے فرشتو! میرے بندوں اور میری بندیوں نے میرا فریضہ پورا کر دیا جو ان پر لازم تھا اور اب گڑگڑانے کے لیے نکلے ہیں، قسم ہے میری عزت و جلال کو رم اور میرے علو و ارتفاع کی کہ میں ضرور ان کی دعا قبول کروں گا۔ پھر بندوں کو ارشاد ہوتا ہے کہ میں نے تم کو بخش دیا اور تمہاری برا بیوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے اس کے بعد (عید گاہ سے) بخشنے بخشنائے واپس ہوتے ہیں۔ (بیہقی شعب الایمان)

### سَلَمُ هِيَ حَتَّى مَطْلَعَ الْفَجْرِ

سَلَمُ یہ رات سر اپا سلامتی ہے پوری رات فرشتے ان لوگوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں جو اللہ کے ذکر و عبادت میں لگے رہتے ہیں اور بعض حضرات نے اس کا یہ مطلب بتایا کہ شب قدر پوری کی پوری

سلامتی اور خیر والی ہے اس میں شر نام کو نہیں ہے اس میں شیطان کسی کو برائی پر ڈال دے یا کسی کو تکلیف پہنچا دے اس کی طاقت سے باہر ہے۔ (ذکرہ فی معالم التزیل)

**﴿هَيْ هَتَّىٰ مَطْلَعَ الْفَجْرِ﴾** (یہ رات فجر طلوع ہونے تک رہتی ہے) اس میں یہ بتا دیا کہ لیلۃ القدر رات کے ساتھ مخصوص نہیں ہے شروع حصے سے لے کر صحیح صادق ہونے تک برابر شب قدر اپنی خیرات اور برکات کے ساتھ باقی رہتی ہے۔

فائدہ: وجہ تسمیہ لیلۃ القدر اس نام سے کیوں موسوم کی گئی؟ اس کے بارے میں بعض حضرات نے تو یہ فرمایا ہے کہ چونکہ اس رات میں عبادت گزاروں کا شرف بڑھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کے اعمال کی قدردانی بہت زیادہ ہو جاتی ہے اس لیے شب قدر کہا گیا۔

اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ چونکہ اس رات میں تمام مخلوقات کا نوشہ آئندہ سال کے اسی رات کے آنے تک ان فرشتوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے جو کائنات کی تدبیر اور تنفیذ امور کے لیے مامور ہیں اس لیے اس کو لیلۃ القدر کے نام سے موسوم کیا گیا اس میں ہر انسان کی عمر اور مال اور رزق اور بارش وغیرہ کی مقادیر مقررہ فرشتوں کے حوالے کر دی جاتی ہیں۔ محققین کے نزدیک چونکہ سورۃ دُخان کی آیت ﴿فِيهَا يُفَرَّقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٌ﴾ کا مصدقہ شب قدر ہی ہے۔ اس لیے یہ کہنا درست ہے کہ شب قدر میں آئندہ سال پیش ہونے والے امور کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے یعنی لوح محفوظ نے نقل کر کے فرشتوں ﴿﴾ کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔

شعبان کی پندرہویں شب حسنه لیلۃ البرات کہا جاتا ہے کہ اس کی جو فضیلتیں وارد ہوئی ہیں جن کی اسانید ضعیف ہیں ان میں حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی روایت میں یہ بھی ہے کہ شعبان کی پندرہویں رات کو لکھ دیا جاتا ہے کہ اس سال میں کوشاچ پیدا ہوگا اور کس آدمی کی موت ہوگی اور اس رات میں بنی آدم کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں اسی میں ان کے رزق نازل ہوتے ہیں۔

مشکوٰۃ المصائب صفحہ ۱۱۵ میں یہ حدیث کتاب الدعوات للامام الپھقی سے نقل کی ہے جسے محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے اور بعض حضرات نے شب قدر اور شب برأت کے فیصلوں کے بارے میں یہ توجیہ کی

ہے کہ ممکن ہے کہ واقعات شب برأت میں لکھ دیئے جاتے ہوں اور شب قدر میں فرشتوں کے حوالے کر دیئے جاتے ہوں۔ صاحب بیان القرآن نے سورہ دخان کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ احتمال ۱۰ کے لیے ثبوت کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فائدہ: چونکہ شب قدر رات میں ہوتی ہے اس لیے اختلاف مطالع کے اعتبار سے مختلف ملکوں اور شہروں میں شب قدر مختلف اوقات میں ہو تو اس سے کوئی اشکال لازم نہیں آتا کیونکہ بمشیت الہی ہر جگہ کے اعتبار سے جو رات شب قدر ہو گی وہاں اس رات کی برکات حاصل ہوں گی۔

فائدہ: جس قدر ممکن ہو سکے شب قدر کو عبادت میں گزارے، کچھ بھی نہیں تو کم از کم مغرب اور عشاء فجر کی نمازو جماعت سے پڑھ ہی لے اس کا بھی بہت زیادہ ثواب ملے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے فجر کی نمازو جماعت سے پڑھ لی گویا اس نے آدھی رات نماز میں قیام کیا اور جس نے عشاء کی نمازو باجماعت پڑھ لی گویا اس نے پوری رات نماز پڑھ لی۔ (رواۃ مسلم صفحہ ۲۲۲: ج ۱)

وهذا آخر تفسير سورة القدر والحمد لله الذى اكرمه هذه الامة بها وانعم  
عليها والصلوة والسلام على سيد الرسل الذى انزلت عليه وجاء بها وعلى الله وصحبه  
ومن تلاها اعمل بها



**بِحَمْدِكَارَالْتَّقْوَىٰ**

کی جانب سے وائس ایپ (Whatsapp) پر

# روزانہ حدیث

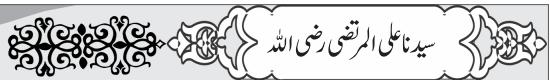
کا سلسلہ جباری ہے

آپ سمجھی اپنے وائس ایپ پر روزانہ حدیث حاصل کر سکتے ہیں۔

روزانہ حدیث حاصل کرنے کے لیے اپنے وائس ایپ سے **TAQWA** لکھ کر 03222333224 پر پیش کیں۔

+92-3-222-333-224 | www.darultaqwa.org | /jamiaadarultaqwa | +92-300-4113082 | ifta4u@yahoo.com

ماہ مبارکہ رمضان، شوال 1442ھ میں 2021ء



## خلیفہ چہارم

### سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ

عبدالرافع رسول

آپ کا نام نامی علی، کنیت ابو الحسن اور ابو تراب ہے۔ آپ نو عمر میں سب سے پہلے اسلام لائے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی طرح آپ نے کبھی بت پرستی نہیں کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی خاتون جنت کے ساتھ آپ کا عقد نکاح ہوا۔ آپ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں، پچھن میں پیغمبر کے گھر آئے اور وہیں پورا شہزادی۔ آپ نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد منصب خلافت کو عزت بخشی اور چار سال نو ماہ خلیفۃ المسالمین رہنے کے بعد 21 رمضان المبارک کو شہید ہوئے اسی مناسبت سے امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضی کے نھانل و مناقب پر مشتمل یہ مضمون قارئین کی نظر کیا جا رہا ہے۔

خلیفہ چہارم، پروردہ رسول، جرات، ہمت و شجاعت کے پیکر، معمر کے شاہسوار، شیر شمشیر زن و شاہ خیبر شکن، ذات گرامی ایسی کمال و خوبیوں کی جامع ہے کہ آپ شیر خدا بھی ہیں اور داما مصطفیٰ بھی، حیدر کردار بھی ہیں اور صاحب ذوالفقار بھی، خاتون جنت حضرت فاطمہ زادہ رضی اللہ عنہا کے شوہر نامدار بھی اور حسین کریمین کے والد بزرگوار بھی، صاحب سخاوت بھی اور صاحب شجاعت بھی، عبادت و ریاست والے بھی اور فصاحت و بلاغت والے بھی، علم والے بھی اور حلم والے بھی، فالخ خیبر بھی اور میدان خطابت کے شہسوار بھی، وہ جن کی ولادت ”کعبہ“ میں ہوئی اور شہادت ”مسجد“ میں پائی یعنی جن کی زندگی کا محور آغاز سے انجام تک اللہ تعالیٰ کا گھر تھا۔

ماہ مبارکہ میں 2021ء

رمضان، شوال 1442ھ

میں 2021ء

وہ جن کی سیدالکنوین صلی اللہ علیہ وسلم ناز برداری کریں، جو محجوب دو جہاں صلم سے ”ابوتراپ“ کا پیارا اور دل ربا القب پائیں، ان ہی عظیم المرتبت شخصیت کو امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی المرتضی علیہ السلام کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میں آپ نے پروش پانی اور آپ کی آغوش تربیت میں ہوش سنبھالا، آنکھ کھولتے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال جہاں آرادیکھا، آپ کے فرمودات سنئے اور آپ سے ہی عادتیں سیکھیں، اس لئے بتوں کی نجاست سے آپ کا دامن کبھی آلوہ نہ ہوا اور آپ نے کبھی بت پرستی نہ کی، اسی لئے کرم اللہ وجہہ آپ کا لقب ہوا۔

آپ کی ولادت 13 ربج بروز جمہ 30 عام الفیل کو ہوئی۔ حق و باطل کے معروکوں میں آج پھر شجاعت علی کے روشن چراغ جلانے کی ضرورت ہے۔ سیدنا حضرت علی المرتضی علیہ السلام نے غزوہ تبوک کے علاوہ، ہر مرکہ میں اپنی شجاعت و بہادری اور فدا کاری کا لوہا منوایا بدر واحد، خندق و حنین اور خیبر میں اپنی جرت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ شاہ خیبر شکن امیر المؤمنین حضرت علی المرتضی علیہ السلام کی بے مثال ہمت و شجاعت اور شہرہ آفاق جرات و بہادری کی لازوال داستانوں کے ساتھ سارے عرب و جم میں آپ کی قوت بازو کے سکے بیٹھے ہوئے ہیں۔

چودہ سو برس سے زائد عرصہ گذر جانے کے باوجود آپ علیہ السلام کے رعب و بد بے سے آج بھی بڑے بڑے پہلوانوں کے دل کا نپ جاتے ہیں۔ جنگ تبوک کے موقع پر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا، اس لئے اس غزوہ میں آپ شریک نہ ہو سکے اس کے علاوہ باقی تمام غزووں و سرایا میں آپ شریک ہوئے اور بڑی جاں بازی کے ساتھ کفار و مشرکین کا مقابلہ کیا اور بڑے بڑے بہادروں اور شہسواروں کو اپنی مایہ ناز اور شہرہ آفاق ”ذوالفقار حیدری“ سے موت کے گھاٹ اتارا۔

غزوہ بدر میں جب حضرت حمزہ علیہ السلام نے سود بن عبد الاسد مخزوں کو کاٹ کر جہنم میں پہنچایا تو اس کے بعد کافروں کے لشکر کا سردار عقبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اپنے بیٹے ولید بن عقبہ کو ساتھ لے کر میدان میں نکلا اور چلا کر کہا کہ اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم اشرف قریش میں سے ہمارے جوڑ کے آدمی صحیحے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا، اے بنی ہاشم! اٹھو اور اس حق کی حمایت میں اڑو جس حق کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کو بھیجا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو سن کر حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ شمن کی طرف بڑھے، لشکر کے سردار عقبہ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مقابل ہوا اور ذلت کے ساتھ مارا گیا، ولید جسے اپنی بہادری پر بہت بڑا ناز تھا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لئے مست ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا آگے بڑھا اور ڈینکیں مارتا ہوا آپ پر حملہ کیا مگر شیر خدا علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے تھوڑی ہی دیر میں ذوالفقار حیدری نے اس کے گھمنڈ کو خاک و خون میں ملا دیا، اس کے بعد آپ نے دیکھا کہ عقبہ کے بھائی شیبہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا ہے تو آپ نے اس پر حملہ کیا اور اسے بھی واصل جہنم کر دیا۔

آہ! اس دورفتہ میں جبکہ چار دنگ عالم مسلمانوں کو موت کے گھاث اتارا جا رہا ہے ایک بار پھر ”ضرب حیدری“ کی اشد ضرورت ہے۔ حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جنگ خندق کے روز عمرہ بن عبد وہ ”جو ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا“، ایک جھنڈا لئے ہوئے نکلا تاکہ وہ میدان جنگ کو دیکھے، جب وہ اور اس کے ساتھ سوار ایک مقام پر گھٹرے ہوئے تو اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے عمرہ! تو قریش سے اللہ کی قسم دے کر کہا کرتا تھا کہ جب کبھی مجھ کو کوئی شخص دو اچھے کاموں کی طرف بلا تا ہے تو میں اس میں سے ایک کو ضرور اختیار کرتا ہوں، اس نے کہا ہاں میں نے ایسا کہا تھا اور اب بھی کہتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ میں تجھے اللہ رسول اور اسلام کی طرف بلا تا ہوں، عمرہ نے کہا مجھے ان میں سے کسی کی حاجت نہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو اب میں تجھ کو مقابلہ کی دعوت دیتا ہوں، تو عمرہ نے کہا اے میرے بھائی کے بیٹے کس لئے مقابلہ کی دعوت دیتا ہے خدا کی قسم میں تجھ کو قتل کرنا پسند نہیں کرتا، حضرت علی نے فرمایا یہ میدان میں پتہ چلے گا دونوں میدان میں آگئے اور تھوڑی دیر مقابلہ ہونے کے بعد شیر خدا نے اسے موت کے گھاث اتار دیا، شیر خدا کی اس بہادری اور شجاعت کو دیکھ کر میدان جنگ کا ایک ایک ذرہ زبان حال سے اللہ اکبر کے نعرہ سے پکارا۔

آپ کا نام علی، لقب حیدر و اسد اللہ، کنیت ابو الحسن اور ابو تراب ہے، یوں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بہت سے القاب و خطابات ہیں۔ مگر آپ کو اپنے ناموں میں ”ابو تراب“، بہت زیادہ پسند اور بے حد پیارا معلوم ہوتا تھا اور بارگاہ رسالت صلم سے ملا ہوا یہ دربار خطاب آپ کو اتنا پسند آیا کہ جو شخص آپ کو ”ابو تراب“ کہہ کر پکارتا تھا تو آپ اس سے بے حد خوش ہوتے تھے، کیوں کہ اس نام سے حضرت سید الکوئین صلی اللہ علیہ وسلم

کے لطف و کرم کو یاد کر کے بہت خوشی و سمرت سے لطف اندوں ہوتے تھے۔ آپ کے والد ابوطالب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد عبد اللہ دونوں حقیقی بھائی ہیں۔ آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد تھیں۔ ماں اور باپ دونوں طرف سے آپ ہاشمی النسب اور نجیب الطرفین ہیں۔

سیدنا حضرت علی بن ابی طالب کا تن و بدن مبارک دو ہر، قد میانہ، چہرہ روشن و منور، داڑھی گھنی اور حلقة دار، ناک بلند، رخساروں پر گوشت، غلافی اور بڑی آنکھیں پیشانی کشادہ، کاندھے بھاری اور چوڑے، بازو اور کلاں یاں گوشت سے بھری ہوئیں، سینہ چوڑا، چہرہ پر مسکراہٹ اور پیشانی پر سجدے کے نشان معمولی لباس زیب بدن فرماتے، آپ کا عبا اور عمماہ بھی سادہ تھے، گفتگو علم و حکمت اور دانائی سے بھر پور ہوتی تھی۔ بزرگ و مکرم ہستیاں صحابہ کرام علیہم السلام میں جو اعلیٰ درجے کے فتح و بلطف اور اعلیٰ درجے کے خطیب اور شجاعت و بہادری میں سب سے فائق مانے جاتے تھے ان میں خلیفہ چہارم سیدنا حضرت علی المرتضی علیہ السلام کا مقام و مرتبہ بہت نمایاں تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدانِ جنگ میں تلوار کے دھنی اور مسجد میں زايد شب بیدار تھے، مفتی و قاضی اور علم کے سمندر تھے، عزم و حوصلہ میں ضرب المثل، خطابت و ذہانت میں بے مثل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پچازاد بھائی اور داماد، فضائل فضیلیتیں بے شمار، سخنی و فیاض، دوسروں کا دکھ بٹانے والے، عابد و پرہیزگار، مجہود جانباز ایسے تھے کہ نہ دنیا کو ترک کیا نہ آخرت سے کنارہ کشی فرمائی۔

نماز میں ایسے منہمک ہوجاتے، اور اپنے رب سے ایسے جڑ جاتے کہ بدن مبارک میں پیوستہ تیرزنکے لیکن آپ پراس کا کوئی درمحسوس نہ ہوتا۔ سرور کا بینات صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مکہ مکرہ سے مدینہ منورہ کی طرف بھرت کرنے کا قصد و ارادہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب کو بلا کر فرمایا: ”مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھرت مدینہ کا حکم ہو چکا ہے اور میں آج ہی مدینہ طیبہ روانہ ہو جاؤں گا، لہذا تم میرے بستر پر سو جا جانا اور صحیح قریش مکہ کی ساری امانتیں اور وصیتیں جو میرے پاس رکھی ہوئی ہیں وہ ان کے مالکوں کے سپرد کر کے تم بھی مدینہ منورہ چلے آنا۔

چنانچہ حضرت علی بن ابی طالب بغیر کسی خوف و خطر کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک پر سو گئے۔ صح ہوئی تو کفار مکہ جورات بھرنا پاک و نامراد ارادے کے ساتھ کاشانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت سخت محاصرہ کیے

ہوئے تھے تواریخ لے کر کاشانہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہو گئے لیکن یہاں آکر دیکھا کہ بستر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر حضور اکرم اور نور جسم صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے آپ کا ایک جاں ثارموت و حیات سے بے پرواہ ہو کر سور ہا ہے۔ کفار کہ یوں ہی نا کام و نا مراد ہو کرو اپس چلے گئے۔

حضرت علی بن ابی ذئب فرماتے ہیں کہ میں رات بھر آرام و سکون کے ساتھ سویا اور صبح اٹھ کر لوگوں کی امانتیں اور صیتیں ان کے مالکوں کے حوالے کر دیں، امانتوں کی ادائیگی کی وجہ سے میں تین دن مکہ معظمہ میں رہا اور پھر میں نے بھی مدینہ منورہ کی طرف بھرت کی۔

آپ نے فرمایا: موت برحق ہے لیکن اس رات مجھے موت نہیں آسکتی، کیونکہ سر کار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی تم یہ امانتیں ان کے مالکوں کو دے کر پھر مدینے کی طرف بھرت کرنا۔ خلیفہ چہارم سیدنا حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب اور کردار و کارنا موس سے تاریخ اسلام کے اور اق روشن ہیں جس سے قیامت تک آنے والے لوگ ہدایت و راہنمائی حاصل کرتے رہیں گے۔ علم و حکمت، فہم و فراست اور فقاہت و ثقہت کے اعتبار سے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ بہت اونچا اور بلند ہے۔ آپ کے علمی نکات، فتاویٰ اور بہترین فیصلوں کا انمول مجموعہ اسلامی علوم کے خزانوں کا بہترین اور قیمتی سرمایہ ہیں۔

حضرت علی بن ابی ذئب کو فقہ و اجتہاد میں بڑی دسترس حاصل تھی۔ کبار صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی قوت اجتہاد کے معرفت تھے۔ حضرت علی بن ابی ذئب کے اجتہادی فیصلوں پر اجماع امت کا اجتہاد دلیل اخذ کرتا ہے۔ آپ کے متعلق خلیفہ ثانی امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ”حضرت علی بن ابی ذئب بہترین اور صائب ترین علمی و فقہی فیصلہ کرنے والے ہیں۔“ کبھی یوں فرماتے ہیں ”میں ایسے مقدمے سے اللہ تعالیٰ کی بناہ مانگتا ہوں جس کا فیصلہ حضرت علی بن ابی ذئب بھی نہ کر سکتے ہوں۔“

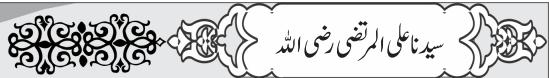
آپ ہر میدانِ فضل و کمال کے شاہ سوار ہیں۔ آپ قرآن مجید کے حافظ اور اس کی ایک ایک آیت کے معنی اور شانِ نزول سے واقف تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خلیفہ دوم امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”حضرت علی بن ابی ذئب کو تین عظیم الشان فضیلیں ایسی ملی ہیں اگر مجھے ان سے کوئی ایک بھی مل جاتی تو

میرے نزدیک وہ تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہوتی۔ لوگوں نے پوچھا کہ وہ فضیلیتیں کیا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ الزہرا علیہما السلام کا نکاح کیا۔ ان دونوں کو مسجد میں رکھا، جنگ خیر میں حضور نبی صلعم نے فتح و کامیابی کا علم و جہنمدا نہیں عطا فرمایا (تاریخ الخلافاء)

آپ کو بچپن میں ہی نوبرس کی عمر میں قبول اسلام کا شرف اور سعادت نصیب ہوئی اور بچوں میں سے سب سے پہلے آپ ہی دولتِ ایمان سے منور ہوئے، آپ کو السالقون الاولون میں بھی خاص مقام اور درجہ حاصل ہے، آپ بیعتِ رضوان اور اصحاب بدر ٹھیکینہ میں شامل رہے۔ آپ عشرہ مشیرہ جیسے خوش نصیب صحابہ کرام ٹھیکینہ میں بھی شامل ہیں جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں ہی جنت کی بشارت و خوشخبری فرمائی۔ آپ ٹھیکینی زندگی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ ہر قسم کے مصائب و مشکلات کو جھیلتے رہے۔ آپ نے آخری وقت میں سرو رکا سبات صلی اللہ علیہ وسلم کی تیارداری کے فرائض سر انجام دیئے اور دیگر صحابہ کرام ٹھیکینہ کے ہمراہ آپ کو غسل نبوی اور جسد اطہر کو محل میں اتارنے کی سعادت بھی حاصل ہے۔ آپ کا تبین وحی میں سے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جوف امین و مکاتب لکھے جاتے تھے۔ ان میں بعض آپ کے دست مبارک کے لکھے ہوئے تھے۔

چنانچہ ”حدیبیہ“ کا صلح نامہ آپ نے ہی لکھا تھا۔ مسند امام احمد میں آپ اس پر فخر و ناز کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”میں روزانہ صحیح کو معمولاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتا تھا اور تقریباً یہ درجہ میرے علاوہ کسی کو حاصل نہ تھا۔ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تحریری کام کرنے کی سعادت بھی حاصل تھی۔“ امیر المؤمنین میں سیدنا حضرت علی المرتضی علیہ السلام کی جملہ خصوصیات میں ایک عظیم خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سکے چپا زاد بھائی ہونے کے علاوہ ”عقد مواخات“ میں بھی آپ صلعم کے ”بھائی“ ہیں۔ چنانچہ جامع ترمذی میں حضرت عبد اللہ بن عمر ٹھیکینہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ کے رسول حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام ٹھیکینہ کے درمیان ”عقد مواخات“ (بھائی چارہ) قائم فرمایا اور ایک صحابی کو دوسرے صحابی کا دینی و اسلامی بھائی بنادیا تو حضرت علی ٹھیکینہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”عقد مواخات“ میں تمام صحابہ کرام ٹھیکینہ کو تو ایک



دوسرے کا بھائی بنادیا ہے، لیکن مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔

رسول ﷺ نے نہایت پیار اور محبت کے انداز میں فرمایا: اے علی! تم دنیا و آخرت دونوں میں میرے بھائی ہو۔“ (جامع ترمذی، مشکوہ الصانع) حضرت سعد ابن ابی و قاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم میری طرف سے اس مرتبہ پر ہو جس مرتبہ پر حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے تھے مگر حتمی بات یہ ہے کہ ”لانبی بعدی“ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

نبی کریم ﷺ کی جو ہر شناس نگاہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس خدادادقابلیت واستعداد کا پہلے ہی اندازہ کر لیا تھا اور آپ ﷺ کی زبان فیضِ ترجمان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو باب مدینہِ اعلم (یعنی جملہ علم و حکمت کے شہر کا دروازہ) کی سنبل پھلی تھی۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقامِ علم و فضل کے متعلق امام الانبیاء فرماتے ہیں ”میں علم و حکمت کا شہر ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس شہر کا دروازہ ہیں۔“

(جامع ترمذی، ابن عساکر، مشکوہ الصانع)

طرانی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور ترمذی و حاکم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم نے فرمایا: ”انا مدینہ اعلم و علی با بجا، یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں، علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو حدیث حسن قرار دیتے ہیں (تاریخ اخلاق فاء صفحہ 116)“

مدینہ علم کے اسی باب سے ہی زبانِ عربی کی حفاظت کیلئے علمِ نحو کی داغ بیل ڈلی اور فنِ صرف اور معانی بیان کے اصول بھی بیان ہوئے۔

ایک مرتبہ جلیل القدر صحابی سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اصرار پر ضرار اسدی رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ چہارم سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف و صفات بیان کرتے ہوئے کہا کہ! اللہ کی قسم حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ بڑے طاقتوں تھے، فیصلے کی بات کہتے تھے اور انصاف کے ساتھ حکم دیتے تھے، علم و حکمت ان کے اطراف سے بہتے، روتے بہت تھے اور فکر میں زیادہ رہتے تھے، لباس ان کو وہی پسند تھا جو کم قیمت ہوا اور کھانا وہی مرغوب تھا جو ادنیٰ درجہ کا ہو، ہمارے درمیان بالکل مساویانہ زندگی پس کرتے تھے، وہ ہمیشہ اہل

دین کی تعظیم کرتے تھے اور مسامیں کو اپنے پاس بھلاتے تھے۔

سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یہ سن کر رونے لگے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوا بوجو احسن رضی اللہ عنہ پر اللہ کی قسم وہ ایسے ہی تھے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت زیادہ روزہ دار اور عبادت گزار تھے۔ آپ بہت زیادہ سخاوت کرنے والے تھے کوئی سائل و حاجت مندا آپ کے درستے خالی نہ جاتا تھا۔

خلیفہ سوم امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے سانحہ عظیم قتل اور انکی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ تین ماہ کم پانچ سال تک خلافت جیسی اہم ذمہ داری پر متمکن رہے۔ لیکن شہادت امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی وجہ سے امت ارزہ بر انداز تھی جسکے اثرات نمایاں تھے قتل سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے عظیم سانحہ کا زخم ابھی تازہ ہی تھا کہ 21 رمضان المبارک بروز جمعہ 40 ہجری کو ایک سانحہ رونما ہوا کہ جب عبدالرحمن بن ملجم خارجی نے نماز فجر کے موقع پر امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر زہر سے بجھی تلوار سے جان لیوا حملہ کر دیا۔

حملے کے وقت آپ کی زبان مبارک سے بے ساختہ یہ مبارک الفاظ نکلے ”فرزت برب الکعبہ“، یعنی رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا، آپ کے زخمی ہوتے ہی قتل کو پکڑ لیا گیا، فجر کی نماز میں عین حالت سجدہ میں شہادت کے عظیم منصب و مرتبہ پر فائز ہوئے اور یوں علم و فضل، زہد و تقویٰ، فیاضی و سخاوت، جرات و بہادری، شجاعت و بسالت اور شدودہدایت کا عظیم روش و تاباں آفتاب غروب ہو گیا۔



حضرت مفتی محمد شفیع کی تحقیق کے مطابق نظرانہ اور ایک روزے کا فدیہ پونے دو کلو گندم یا اس کی قیمت ہے۔ پونے دو کلو گندم قیمت کے لحاظ سے مختلف ہو سکتی ہے لہذا ہر علاقے والے اپنے علاقے کاریٹ معلوم کر کے فدیہ اور نظرانے کی رقم ادا کریں۔  
ہماری اطلاعات کے مطابق چوبرجی لاہور، کے علاقے میں:

**صدقة الفطر کی مقدار پونے دو کلو گندم کی قیمت فی کس 125 روپے ہے  
دارالافتاء و التحقیق: جامع مسجد الہلال، چوبرجی پارک لاہور**



## شرعی پر دے کی حقیقت

**مفتی محمد تقی عثمانی مظلہ**

وزیر اعظم عمران خان نے ایک بیان میں ریپ (عصمت دری) کے بڑھتے ہوئے واقعات پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ جنسی جرام کی بڑی وجہ فاشی و عریانی اور خواتین کا نامناسب لباس ہے، وزیر اعظم کے اس بیان کو لبرل و سیکولر طبقات، دین بیزار حقوق، نام نہاد حقوق نسوان کی تنظیموں اور دنیا بھر کے میڈیا نے سخت تنقید کا نشانہ بنایا اور وزیر اعظم کی طرف سے اسے خواتین کے حقوق سلب کرنے کی خواہش قرار دیا، حالانکہ وزیر اعظم کے کہنے کا مقصد صرف اتنا تھا کہ اگر ہماری خواتین مناسب اور مکمل لباس پہننیں اور با حجاب باہر نکلیں تو جنسی جرام میں کمی واقع ہو سکتی ہے۔ اسلامی تعلیمات میں جہاں مرد کو نگاہ جھکانے کا حکم دیا گیا ہے وہیں خواتین کو بھی پا پردہ گھر کی دلیز سے باہر قدم رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مظلہ نے آج سے چالیس سال قبل روز نامہ جنگ میں اسی موضوع پر ایک جامع اور مدل مضمون تحریر کیا تھا جو موجودہ حالات میں حسب حال لگا اس لئے قارئین کی نظر کیا جا رہا ہے۔

کچھ حصے سے علماء، مسلمان اہل فکر اور دینی جماعتوں کی پیشتر توجہ ملک کے سیاسی اور قانونی مسائل کی طرف اس شدت کے ساتھ مبذول رہی ہے کہ بہت سے اہم معاشرتی مسائل پیچھے چلے گئے ہیں، اور ان کی طرف یا تو توجہ بالکل نہیں رہی یا بہت کم رہی ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک طرف جس سمت رفتاری سے سیاست اور قانون میں دین کا عمل دخل شروع ہوا ہے دوسری طرف اس سے کہیں زیادہ تیز رفتاری کے

ساتھ معاشرت بالکل الٹی سمت میں بے دینی کی طرف دوڑ رہی ہے۔

بے پردوگی اور بے حیائی گھر گھر پھیل چکی ہے۔ عربی و فارسی نے حیاد عنفت کا مفہوم تک ذہنوں سے محکر دیا ہے۔ بڑوں کا احترام اور خاندانی رشتہوں کے اسلامی آداب قصہ پارینہ بن چکے ہیں۔ دفتر و میں رشتہ ستانی اور بازاروں میں سود، قمار اور دھوکہ فریب کو شیر ما در سمجھ لیا گیا ہے اور اب برائیوں کی قباحت بھی دل سے مت چکلی ہے۔

اب بہت سے مسائل میں سے آج کی نشست میں بے پردوگی اور بے حیائی کے مسئلے پر چند درود مندانہ گذار شatas قارئین کی خدمت میں پیش کرنی ہیں جن کا تعلق عام مسلمانوں سے بھی ہے علماء اور اہل فکر سے بھی اور حکومت وقت سے بھی۔

اسلام نے خواتین کو عزت و حرمت کا جو مقام بخشنا ہے اور اس کے تقدس کی حفاظت کے لئے جو تعلیمات دی ہیں وہ دنیا بھر کے مذاہب اور اقوام میں ایک منفرد حیثیت کی حامل ہیں۔ اسلام نے ایک طرف عورت کی حرمت اور دوسری طرف اس کے جائز تدبی اور معاشرتی حقوق کا تحفظ کرنے کے لئے جو احکام عطا فرمائے ہیں ان کی حکمتوں کا احاطہ انسانی عقل کے ادراک سے بالاتر ہے۔ مسلمان عورت اسی عزت کے تحفظ کے ساتھ تمام ضروری تدبی حقوق رکھنے کے باوجود تلاش معاش میں ماری ماری پھرنے کے لئے نہیں بلکہ گھر کی ملکہ بننے کے لئے پیدا ہوئی ہے اسی لئے شریعت نے اس کی عمر کے کسی مرحلے میں فکر معاش کا بوجھ اس کی گردان پر نہیں ڈالا۔ خال صوالیں تو مستثنی ہیں۔ لیکن عام حالات میں شادی سے پہلے اس کے معاش کی ذمہ داری بآپ پر اور شادی کے بعد شوہر یا اولاد پر ڈالی گئی ہے لہذا انگریز ضرورتوں کو چھوڑ کر عام طور پر اسے معاش کے لئے سڑکیں چھانپے اس کی عزت و آبرو اور اس کی حرمت و تقدس کو سلامت رکھنے کے لئے حکم یہ دیا گیا ہے کہ: (ترجمہ) اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو، اور پچھلی جاہلیت کی طرح بنا و سنگھار کر کے باہر نہ پھرا کرو۔

ضرورت کے موقع پر عورت کو گھر سے باہر جانے کی اجازت بھی اسلام نے دی ہے لیکن اس طرح کہ وہ پردازے کے آداب و شرائط کو ملحوظ رکھ کر بقدر ضرورت باہر نکلے اور اپنے آپ کو ہوسناک رکا ہوں کا

نشانہ بننے سے بچائے۔ اس غرض کے لئے مرد و عورت کے درمیان فطری تقسیم کاریہ رکھی گئی ہے کہ مرد کاۓ اور عورت گھر کا انتظام کرے اور مرد کے لئے کما کر لانا عورت پر اس کا کوئی احسان نہیں، اس کا لازمی فریضہ ہے بلکہ اس معاملے میں اسلام نے عورت کو یہ فضیلت اور امتیاز بخشنا ہے کہ گھر کا انتظام بھی قانونی طور پر اس کی ذمہ داری نہیں ہے، اخلاقی طور پر اس کو اس بات کی ترغیب ضرور دی گئی ہے کہ وہ شوہر کے گھر کی دلیکہ بھال کرے لیکن اگر کوئی عورت اپنی اس اخلاقی ذمہ داری کو پورا نہ کرے تو مرد اس کو بزورِ قانون اس پر مجبور نہیں کر سکتا۔ اس کے برخلاف مرد پر عورت کے لئے کمانے کی ذمہ داری اخلاقی بھی ہے اور قانونی بھی۔ اور اگر کوئی مرد اس میں کوتا ہی کرے تو عورت بزورِ قانون اسے اس ذمہ داری کی ادائیگی پر مجبور کر سکتی ہے۔

اسلام نے عورت کو یہ امتیاز اس لئے عطا فرمایا ہے تاکہ وہ کسی معاش کی الجھنوں میں پڑ کر معاشرتی برائیوں کا سبب بننے کے بجائے گھر میں رہ کر قوم کی تعمیر کی خدمت انجام دے، گھر کا ماحول معاشرہ کی وہ بنیاد ہے جس پر تمدن کی پوری عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ اگر یہ بنیاد خراب ہو تو اس کا فساد پورے معاشرے میں سراہیت کر جاتا ہے اس کے بعد اس اگر ایک مسلمان خاتون اپنے گھر کے ماحول کو سنوار کر ان نو نہالوں کی صحیح تربیت کرے جنہیں آگے چل کر قوم و ملک کا بوجھ اٹھانا ہے تو ساری قوم خود کا رطیقے پر سنوار سکتی ہے اور اس طرح مرد و عورت کی عزت و آبرو کا پورا تحفظ ہوتا ہے اور دوسری طرف ایک ایسا صاف ستھرا گھر یلو نظم وجود میں آتا ہے جو پورے معاشرے کی پاکیزگی کا ضامن بن سکتا ہے۔

لیکن جس ماحول میں معاشرے کی پاکیزگی کوئی قیمت ہی نہ رکھتی ہو اور جہاں عفت و عصمت کے بجائے اخلاق بانٹگی اور حیا سوزی کو منہماً مقصود سمجھا جاتا ہو، ظاہر ہے کہ وہاں اس تقسیم کار اور پرده و حیا کو نہ صرف غیر ضروری بلکہ راستے کی رکاوٹ سمجھا جائے گا۔ چنانچہ جب مغرب میں تمام اخلاقی اقدار سے آزادی کی ہوا چلی تو مرد نے عورت کے گھر میں رہنے کو اپنے لئے دو ہری مصیبتوں سمجھا۔ ایک طرف تو اس کی ہوسناک طبیعت عورت کی کوئی ذمہ داری قبول کرنے بغیر قدم قدم پر اس سے لطف انداز ہونا چاہتی تھی اور دوسری طرف وہ اپنی قانونی بیوی کی معاشری کفالت کو بھی ایک بوجھ تصور کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے دونوں مشکلات کا جو عیارانہ حل نکالا اس کا خوبصورت اور معصوم نام تحریک آزادی نسوان ”رکھا، عورت کو یہ پڑھایا گیا کہ تم اب تک

گھر کی چار دیواری میں قید ہو رہی ہوا ب آزادی کا دور ہے اور تمہیں اسی قید سے باہر آخوندگی کے ہر کام میں حصہ لینا چاہئے، اب تک تمہیں حکومت و سیاست کے ایوانوں سے بھی محروم رکھا گیا ہے اب تم باہر آ کر زندگی کی جدوجہد میں برابر کا حصہ لو تو دنیا بھر کے اعزازات اور اونچے اونچے منصب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔

عورت بیچاری ان دلفریب نعروں سے متاثر ہو کر گھر سے باہر آ گئی اور پروپیگنڈے کے تمام وسائل کے ذریعے شور مچا مچا کر رہے ہیں باور کرایا گیا کہ اسے صدیوں کی غلامی کے بعد آج آزادی ملی ہے، اور اب اس کے رنج و محن کا خاتمہ ہو گیا ہے ان دلفریب نعروں کی آخر میں عورت کو گھیٹ کر سڑکوں پر لا یا گیا اسے دفتروں میں ملک کی عطا کی گئی، اسے اجنبی مردوں کے پرائیویٹ سیکرٹری کا منصب بخشنا گیا، اسے اسٹینو ٹانپسٹ بننے کا اعزاز دیا گیا، اسے سینکڑوں انسانوں کی حکم برداری کے لئے ائیر ہو سٹش کا عہدہ عنایت کیا گیا، اسے تجارت چکانے کے لئے سیز گرل اور ماؤل گرل بننے کا شرف بخشنا گیا اور اس کے ایک عضو کو برس بازار سوا کر کے گاہوں کو دعوت دی گئی کہ آؤ اور ہم سے مال خریدو۔ یہاں تک کہ وہ عورت جس کے سر پر دین فطرت نے عزت و آبرو کا تاج رکھا تھا، اور جس کے گلے میں عفت و عصمت کے ہار ڈالے تھے، تجارتی اداروں کے لئے ایک تفریح کا سامان بن کر رہ گئی۔ نام یہ لیا گیا تھا کہ عورت کو آزادی دے کر سیاست و حکومت کے ایوان اس کے لئے ہکولے جا رہے ہیں، لیکن ذرا جائزہ لے کر تو دیکھنے کے اس عرصے میں خود مغربی ممالک کی کتنی عورتیں صدر، وزیر اعظم یا وزیر بن گئیں؟ کتنی خواتین کو حج بنا یا گیا؟ کتنی عورتوں کو دوسرے بلند مناصب کا اعزاز نصیب ہوا؟ اعداد و شمار جمع کئے جائیں تو ایسی عورتوں کا تناسب بمشکل چند لاکھ ہو گا۔ ان گئی چنی خواتین کو کچھ مناصب دینے کے نام پر باقی لاکھوں عورتوں کو جس بے دردی کے ساتھ سڑکوں اور بازاروں میں گھسیٹ لایا گیا ہے وہ آزادی نسوان کے فراؤ کا المناک ترین پہلو ہے۔ آج یورپ اور امریکہ میں جا کر دنیا بھر کے تمام نچلے درجے کے کام عورت کے سپرد ہیں، ریستوران میں کوئی مردویں شاذ و نادر ہی نظر آئے گا ورنہ یہ خدمات تمام تر عورتوں کے سپرد ہیں، ہوٹلوں میں مسافروں کے کمرے صاف کرنے، ان کے بستر کی چادریں بدلنے اور روم اٹھنڈنٹ کی خدمات تمام تر عورتوں کے سپرد ہیں، دکانوں پر مال پیچنے کے لئے مرد خال خال نظر آئیں گے یہ کام بھی عورتوں ہی سے لیا جا رہا ہے، دفاتر کے استقبالیوں پر

عام طور سے عورتیں ہی تھیں اور بیرے سے لے کر ملک تک کے تمام مناصب زیادہ تر اسی صنف نازک کے حصے میں آئے ہیں جسے گھر کی قید سے آزادی عطا کی گئی ہے۔

پروپیگنڈے کی قوتوں نے یہ عجیب و غریب فلسفہ ہنوں پر مسلط کر دیا ہے کہ عورت اگر اپنے گھر میں اپنے اور اپنے شوہر، اپنے ماں باپ، مہن بھائیوں اور اولاد کے لئے خانہ داری کا انتظام کرے تو یہ قید اور ذلت ہے لیکن وہی عورت اجنبی مردوں کے لئے کھانے پکائے، ان کے کروں کی صفائی کرے، ہوٹلوں اور جہازوں میں ان کی میزبانی کرے، دکانوں پر اپنی مسکراہٹوں سے گاہوں کو متوجہ کرے اور دفاتر میں اپنے افسروں کی نازبرداری کرے تو یہ آزادی اور اعزاز ہے۔

پھر ستم ظریفی کی انتہاء یہ ہے کہ عورت کسب معاشرہ کے لئے آٹھ گھنٹے کی سخت اور ذلت آمیز ڈیوٹیاں ادا کرنے کے باوجود اپنے گھر کے کام دھندوں سے اب بھی فارغ نہیں ہوئی۔ گھر کی تمام خدمات آج بھی پہلے کی طرح اسی کے ذمے ہیں اور یورپ اور امریکہ میں اکثریت ان عورتوں کی ہے جن کو آٹھ گھنٹے ڈیوٹی دینے کے بعد اپنے گھر پہنچ کر کھانے پکانے، برتن دھونے اور گھر کی صفائی کا کام اب بھی کرنا پڑتا ہے۔

یہ توانہ نہاد آزادی کے وہ تنائج ہیں جو خود عورت اپنی ذاتی زندگی میں بھگت رہی ہے اور مردوزن کے بے محابا احتلاط سے پورے معاشرے میں بدل اخلاقی، جنسی جرائم، بے راہ روی اور آوارگی کی جو تباہ کن وبا نہیں وہاں پھوٹی ہیں وہ کسی بھی باخبر انسان سے پوشیدہ نہیں۔ عالی نظام کی اینٹ سے اینٹ نج گئی ہے حسب ونسب کا کوئی تصور باقی نہیں رہا۔ عفت و عصمت داستان پارینہ بن چکی ہیں۔ طلاقوں کی کثرت نے گھر کے گھر اجڑ دیئے ہیں، جنسی جنون تصور کی نیایی سرحدیں بھی پار کر چکا ہے اور فاشی کے عفریت نے انسانیت کی ایک ایک قدر کو بھنجبوڑ کر رکھ دیا ہے، یہ واقعات کسی خیالی دنیا کے نہیں ہیں، یہ مغربی ممالک کے وہ ناقابل انکار حالات ہیں جن کا ہر شخص وہاں جا کر مشاہدہ کر سکتا ہے اور جو لوگ وہاں نہیں جاسکے ان حالات کی خبریں لازماں تک بھی پہنچتی رہتی ہیں، تقليید مغرب کے جو شائقین شروع شروع میں وہاں جا کر آباد ہوئے کچھ عرصے تک وہاں کی چمک دمک کی سیر کرنے کے بعد جب خود صاحب اولاد ہوئے اور اپنی بچیوں کا مسئلہ سامنے آیا تو ان کی پریشانی اور بے چینی کا یہاں رہ کر اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔

سوال یہ ہے کہ کیا کوئی مسلمان جس کے دل میں ایمان کی کوئی رمق موجود ہو، یہ پسند کر سکتا ہے کہ خدا نخواستہ یہ گھناؤ نے حالات ہمارے اپنے ملک اور اپنے معاشرے میں بھی دھرائے جائیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو یہ کیا ستم ہے کہ ہم بھی رفتہ رفتہ بے پردگی اور بے حجابی کے اسی راستے پر چل رہے ہیں جس نے مغرب کو معاشرتی تباہی اور اخلاقی دیوالیہ پن کے آخری سرے تک پہنچادیا ہے۔

ایک زمانہ تھا کہ مسلمان خاندان کی خواتین کی سواریوں پر بھی پردازے بندھے ہوئے تھے اور پردازہ شرافت اور عالی نسبی کا نشان سمجھا جاتا تھا لیکن آج انہی شریف گھرانوں کی بیٹیاں بازاروں میں برہنہ سر گھوم رہی ہیں۔ بڑے شہروں میں تونوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ شہر میں برقع کی شکل خال ہی کہیں نظر آتی ہے بے پردگی کے سیلا ب نے حیاء و غیرہ تک کا جنازہ نکال کر رکھ دیا ہے اور دیندار گھرانوں میں بھی پردازے کی اہمیت کا احساس روز بروز گھٹ رہا ہے۔

بعض لوگ بے پردگی کی حمایت میں یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ ہماری بے پردگی کو یورپ اور امریکہ کی بے پردگی پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور یہاں کی بے پردگی وہ نتائج پیدا نہیں کرے گی جو مغرب میں پیدا ہو چکے ہیں لیکن خوب سمجھ لیجئے کہ جو کچھ مغرب میں ہوا یہور ہا ہے وہ فطرت کے ساتھ بغاوت کے لازمی اور منطقی نتائج ہیں، یہ بغاوت جہاں کہیں ہو گی اپنے انہی منطقی نتائج تک پہنچ کر ہے گی، ان نتائج کو کھو کھلے فلاسفوں سے نہیں روکا جاسکتا اور جو لوگ بے پردگی کو فروع دینے کے بعد معاشرے میں عفت و عصمت باقی رکھنے کے دعوے کرتے ہیں یا تو خود احمدتوں کی جنت میں بستے ہیں یا دوسروں کی آنکھوں میں دھول جھومنکنا چاہتے ہیں، واقعات اس بات کے گواہ ہیں کہ جب معاشرے میں بے پردگی کا روانج برڑھا ہے اس وقت سے انخواء، زنا اور دوسرے جرم کی شرح کہیں سے کہیں پہنچ گئی ہے اور اس طرح جس مقدار میں ہم بے پردگی کی طرف بڑھے ہیں اسی تناسب سے مغربی معاشرے کی لعنتیں بھی ہمارے یہاں سریت کر گئی ہیں۔

ان لعنتوں کے سد باب کا اگر کوئی راستہ ہے تو صرف یہ کہ ہم پردازے کے سلسلے میں اپنے طرز عمل کو بدل کر دین فطرت کی انہی تعلیمات کی طرف لوٹیں جنہوں نے ہمیں پاکیزہ زندگی گزارنے کا طریقہ سکھایا ہے۔  
افسوس یہ ہے کہ پروپیگنڈے اور خراب ماحول کے زیر اثر رفتہ رفتہ بے پردگی کی برا آئی ڈھنوں

سے محو ہوتی جا رہی ہے اور جن گھر انوں کے بارے میں کبھی بے پر دیگی کا تصور بھی نہیں آ سکتا تھا اب وہاں بھی پر دہ ختم ہو رہا ہے گھر کے وہ بڑے جو بذاتِ خود بے پر دیگی کو برآ سمجھتے ہیں وہ بھی رفتہ رفتہ اس سیلا ب کے آگے سپر ڈال رہے ہیں اور ہمارے نزدیک اس سیلا ب کی تیز رفتاری کا بڑا سبب یہی ہے، اگر یہ لوگ سپر ڈالنے کے بجائے اپنے گھروالوں کا ذہن بنانے کی فکر کریں انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام یاد لائیں ان احکام کی نافرمانی کے سنگین نتائج سے آگاہ کریں اور انہیں باور کر دیں کہ وہ اپنی موجودگی میں اپنے گھر کی خواتین کو بے پر دہ نہیں دیکھیں گے تو ان شاء اللہ اس سیلا ب پر روک ضرور قائم ہو گی۔

ہمارے خطباء اور واعظ حضرات نے بھی ایک مدت سے اس مسئلہ کیوضاحت چھوڑ رکھی ہے اور اس اسلامی حکم کی تعلیم و تبلیغ میں بھی بہت سستی آگئی ہے، شاید یہ خیال ہونے لگا ہے کہ اس معاملہ میں وہ واعظ و نصیحت بے اثر ہو چکی ہے لیکن خوب سمجھ لینا چاہئے دائی حق کا کام یہ ہے کہ وہ تھکنے اور مایوس ہونے کے بجائے اپنے حصے کا کام انجام دیتا رہے نتائج تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں لیکن دائی کا کام یہ ہے کہ دعوت کو سنت نہ پڑانے دے تجربہ اس بات کا گواہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ جو بات کہی جاتی ہے وہ ایک نہ ایک دن اپنا اثر ضرور دکھاتی ہے پر قرآن کریم کا وعدہ ہے: (ترجمہ) اور نصیحت کرو کہ بلاشبہ نصیحت مونموں کو فائدہ پہنچاتی ہے۔

حالات بلاشبہ تشویشا ک ہیں لیکن بفضلہ تعالیٰ ابھی ہمارا معاشرہ اس مقام پر نہیں پہنچا جہاں اصلاح کی کوئی امید باقی نہیں رہتی، ہزار غفلتوں اور کوتا ہیوں کے باوجود محمد اللہ ابھی دلوں میں اللہ تعالیٰ پر آنحضرت ﷺ کی ہدایات پر اور یوم آخرت پر ایمان موجود ہے اور اس دولت ایمان کی وجہ سے ابھی دعوت و تبلیغ کے لئے لوگوں کے کان بالکل بند نہیں ہوئے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اخلاص اور حکمت کے ساتھ موثر انداز میں حق کی دعوت متواتر پہنچتی رہے اگر خدا نخواستہ اس مرحلے پر اس فریضہ میں کوتاہی جاری رہی تو اصلاح کی کوششیں روز بروز مشکل تر ہوتی جائیں گی، اور خدا نہ کرے کہ ہمارے معاشرے میں وہ صورت پیدا ہو جس سے آج مغربی ممالک دو چار ہیں، اللہ تعالیٰ نہیں وہ روز بدنہ دکھائے اور اصلاح حال کے لئے اپنے حصے کا کام صدق و اخلاص اور لگن کے ساتھ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین



## رمضان المبارک اور غزوہ بدر

مولانا محمد منصور احمد

رمضان المبارک اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور عبادات کا مہینہ ہے۔ روزہ اور تراویح اپنے ساتھ کئی روئیں اور بہاریں لے کے آتے ہیں۔ یہی ماہ مبارک قرآن مجید فرقانِ حمید کے نازل ہونے کی سالگرہ ہے اور یہی ماہ مبارک یوم الفرقان یعنی غزوہ بدر کے پیش آنے کا بھی مہینہ ہے۔ بدر کا لفظ ہی کچھ ایسا پرکشش اور روحانی اثرات کا حامل ہے کہ آج صدیاں بیت جانے اور مسلمانوں کی غفلت کے باوجود بھی جب ایک صاحبِ ایمان بدر کا لفظ زبان سے ادا کرتا ہے تو اُس کے دل و دماغ میں ایمانی بجلیاں کونڈ پڑتی ہیں، اُس کے ایمانی جذبات جوش مارنے لگتے ہیں اور اُس کو اپنا ایمان واضح طور پر بڑھتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

ایسا کیوں نہ ہو کہ قرآن عزیز نے جن اہم غزوات کا تذکرہ کیا ہے ان میں سب سے زیادہ نمایاں حیثیت "غزوہ بدر" کو حاصل ہے۔ اس لیے کہ یہ غزوہ غزواتِ اسلام میں سب سے بڑا غزوہ ہے اور اسلام کی عزت و شوکت کی ابتداء اور کفر و شرک کی ذلت و سوائی کی ابتداء بھی اسی غزوہ سے ہوئی اور اللہ جل شانہ کی رحمت سے اسلام کو بغیر ظاہری اور مادی اسباب کے محض غیب سے قوت حاصل ہوئی اور کفر و شرک کے سر پر ایسی کاری ضرب لگی کہ کفر کے دماغ کی پڑی چکنا چور ہو گئی۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس دن کو قرآن کریم میں "یوم الفرقان" فرمایا، یعنی حق اور باطل میں فرق اور امتیاز کا دن۔ اس غزوہ کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ حضرت رفاعة بن رافع رض فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سوال کیا کہ آپ اہل بدر کو کیا سمجھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا "سب سے افضل اور بہتر"۔ جبریل علیہ السلام نے کہا "اسی طرح وہ فرشتے جو بدر میں حاضر ہوئے سب فرشتوں سے افضل اور بہتر ہیں"۔ (بخاری)

ماہ مبارکہ

مئی 2021ء

رمضان، شوال 1442ھ

۲ رمضان المبارک بھری میں مدینہ منورہ سے قریب مقام بدر میں یہ اہم غزوہ پیش آیا جس نے دنیا کی تاریخ ادیان و ملل کا ہی نہیں بلکہ ہر شعبۂ حیات کا رخ پلٹ کر ظلم سے عدل کی جانب پھیر دیا۔ یہ رمضان المبارک کے شروع کے دن تھے کہ آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ قریش کا قافلہ شام سے واپس آ رہا ہے۔ اسی قافلے میں قریش کے ایک ہزار اونٹ سامان سے لدے ہوئے آ رہے تھے اور اس میں قریش کے پچاس ہزار دینار نقد کی صورت میں موجود تھے اور ابوسفیان بن حرب اس کی سر پرستی کر رہا تھا۔ قریش کے ہر غریب و امیر کا پیسہ اس قافلے میں لگا ہوا تھا اور ہر گھر قافلے کی واپسی کا شدت سے انتظار کر رہا تھا۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو جمع کر کے اس کی خبر دی اور فرمایا۔

”یہ قریش کا کاروان تجارت ہے، جو مال و اساب سے بھرا ہوا ہے، تم اس کی طرف نکلو، عجیب نہیں کہ حق تعالیٰ تم کو وہ قافلہ غیمت میں عطا فرمائے۔“

اس اعلان پر بعض حضرات نے تو بخشی اس مقابلے کے لیے آمادگی کا اظہار کیا اور بعض حضرات نے یہ سمجھ کر کہ کسی اہم جنگ کا معاملہ نہیں ہے اس لیے اس کے تعاقب پر آمادگی کا ثبوت نہیں دیا۔ ان کا مقصد حکم عدو لی نہیں تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ سمجھ رہے تھے کہ نبی ﷺ کسی جنگ کے ارادے سے نہیں جا رہے ہیں بلکہ صرف قریش کے قافلے کے ارادے سے نکل رہے ہیں۔ چنانچہ ابن سعد فرماتے ہیں:

”ابوسفیان کا قافلہ یہ وہی قافلہ تھا جس کے لیے آپ غزوہ عشیرہ میں دوسرا ہجرین کو ہمراہ لے کر نکلے تھے لیکن قافلہ نچ نکلا تھا۔ اب یہ قافلہ شام سے واپس آ رہا تھا۔ چونکہ آپ کا خروج فقط قافلہ کی غرض سے تھا اس لیے عجلت میں بہت تھوڑے آدمی آپ کے ہمراہ ہو سکے اور یہ سفر چونکہ جہاد و قتال کے لیے نہ تھا اس لیے نہ جانے والوں پر کسی قسم کا عتاب اور کسی قسم کی ملامت نہیں کی گئی۔“

حضور ﷺ کے اعلان پر تین سو تیرہ (یا چودہ یا پندرہ) صحابیؓ اپنی جان کی بازی لگانے کے لیے تیار ہو گئے۔ جلدی نکلنے کی وجہ سے جنگی سامان کی اس قدر کمی تھی کہ سواری کے لیے صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔ اور ان کیلئے صرف آٹھ تلواریں اور چھڑریں تھیں۔

جب مسلمانوں کو ایک طرف تو یہ پتہ چلا کہ ابوسفیان کی قیادت میں تجارتی قافلہ نچ نکلا ہے اور

دوسری طرف یہ معلوم ہے کہ ابو جہل کی قیادت میں ایک ہزار کے قریب شرکین جنگ کے لیے مکرمہ سے بدر کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔

تب نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دوبارہ مشورہ ضروری سمجھا، کیونکہ معاملہ کٹھن تھا، مسلمان بے سرو سامان اور پھر تھوڑی تعداد میں تھے اور انصار کے ساتھ (بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر) صرف یہ معاہدہ طے تھا کہ انصار مدینہ میں رہتے ہوئے حضور ﷺ کی امداد کریں گے۔ مدینہ سے باہر نکل کر دشمن پر حملہ کرنے کے لیے انصار سے کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا۔ لہذا اب اندیشہ یہ پیدا ہو گیا کہ کہیں لشکر کے ساتھ آمنا سامنا نہ ہو جائے اور جنگ و قتال کی نوبت نہ آجائے۔ ان وجوہات کے پیش نظر آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا۔

”أشيروا علىٰ أيةٍ الناس“

”لوگو! مجھے مشورہ دو“۔ آپ ﷺ کے اس ارشاد پر پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہار جاں ثاری فرمایا اور اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا۔

”أشيروا علىٰ أيةٍ الناس“

تو حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے۔

”أمض لِمَا أَمْرَكَ اللَّهُ فَنَحْنُ مَعُكُ وَاللَّهُ لَنْقُولَ كَمَا قَالَ بِنُو اسْرَائِيلَ لِمُوسَى۔ “اذہب انت وربک فقاتلا ایا هھنا قاعدون“ ولکن اذہب انت وربک فقاتلا ایا معکاما مقاتلون“

”یا رسول اللہ! جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے اس کو انجام دیجئے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ خدا کی قسم! ہم ہی اسرائیل کی طرح ہرگز نہیں کہیں گے کہ اے موسیٰ تم اور تمہارا رب جا کرڑو، ہم تو کہیں بیٹھے ہیں۔ لیکن ہم یہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا پروردگار جہاد و قتال کرے ہم بھی آپ کے ساتھ جہاد و قتال کریں گے۔“

یہ سن کر آپ ﷺ کا چہرہ انور فرط مسرت سے چمک اٹھا۔ مگر آپ ﷺ اب بھی لگا و مبارک سے کسی بات کے طالب نظر آ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر انصار میں سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کیا۔

”یا رسول اللہ! ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ شاید آپ انصار کی رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں۔“

تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے جانشانہ تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

”اے اللہ کے رسول! ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور اس بات کی گواہی دی کہ آپ جو کچھ لائے ہیں وہی حق ہے اور اس پر ہم آپ کو پختہ عہد و میثاق بھی دے چکے ہیں۔ اے اللہ کے رسول! آپ مدینہ سے کسی اور ارادے سے نکلے تھے اور اللہ تعالیٰ نے دوسری صورت پیدا کر دی، جہاں چاہیں تشریف لے چلیں، جس سے چاہیں تعلقات قائم کریں اور جس سے چاہیں تعلقات توڑ دیں، جس سے چاہیں صلح کریں اور آپ جس سے چاہیں دشمنی کریں۔ (اور اے اللہ کے رسول!) آپ ہمارے اموال میں سے جتنا چاہیں لے لیں اور جتنا چاہیں ہمیں دیدیں اور جو آپ ہمارے اموال میں سے لیں گے وہ ہم کو زیادہ محبوب ہو گا ہے نسبت اس کے جو آپ ہمارے پاس چھوڑیں گے اور آپ جو حکم دیں گے ہم اس کی تابعداری کریں گے اور آپ ”برک الغماد“ تک جانا چاہیں تو ہم آپ کے ساتھ ضرور جائیں گے، ہم اس اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں جس نے آپ کو یہ دین حق عطا فرمایا ہے، اگر آپ ہمیں سمندر میں کودنے کا حکم دیں گے تو ہم سمندر میں کو دپڑیں گے اور ہم میں سے کوئی پیچھے نہیں رہے گا۔ دشمنوں سے مقابلہ کرنا ہم پر بار نہیں، ہم جنگ میں دشمن سے لڑتے وقت ثابت قدم رہتے ہیں۔

اے اللہ کے رسول! امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے وہ عمل آپ کو دکھلائیں گے جس سے آپ کی آنکھیں ٹھٹھنڈی ہوں گی پس اللہ کے بھروسے پر چلنے۔“

جب مجاہدین بدر کے میدان کی طرف روانہ ہو رہے تھے، تو ایک صحابی جن کا نام عمیر بن ابی وقارص رضی اللہ عنہ تھا ان کی عمر صرف سولہ سال تھی، یہ بھی ذوق و شوق کے ساتھ چل پڑے، ان کو ڈر تھا کہ کہیں

آنحضرت ﷺ ان کو چھوٹا سمجھ کر واپس نہ کر دیں چنانچہ پورے راستے وہ آپ ﷺ کی نگاہوں سے بچتے رہے۔

ان کے بھائی سعد بن ابی و قاصہ بن شعبہ نے ان سے چھپنے کی وجہ پوچھی تو عمر بن شعبہ نے کہا:  
”مجھے ڈر ہے کہ رسول اللہ ﷺ مجھے کم سن سمجھ کر واپس نہ فرمادیں، میں اس جہاد میں شریک ہونا چاہتا ہوں شاید اللہ تعالیٰ مجھے بھی شہادت نصیب فرمائے۔“

ان کو جس بات کا ڈر تھا وہی ہوا، رسول اللہ ﷺ نے ان کو چھوٹا سمجھ کر واپس فرمانا چاہا تو یہ رونے لگے۔ یہ دیکھ کر آپ ﷺ پر بڑا اثر ہوا اور آپ نے انہیں شرکت کی اجازت دے دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس نوع عمر صحابی کی تمنا کو پورا کیا اور یہ شہادت غزوہ بدرا میں شامل ہوئے۔

مہاجرین و انصار کی یہ تقاریر سن کر اور اپنے جانباز صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ حال دیکھ کر سرور عالم ﷺ کا چہرہ مبارک مسرت سے تمتما اٹھا اور آپ نے ارشاد فرمایا۔

”اب اللہ کے نام پر آگے بڑھو اور بشارت حاصل کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ ”ابو جہل یا ابوسفیان کی دو جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت پر ضرور فتح و نصرت عطا کرے گا۔“ اور خدا کا وعدہ بلاشبہ سچا ہے اور قسم بخدا! میں جنگ سے قبل انہی سے قوم کے سرداروں کی قتل گاہ کو دیکھ رہا ہوں۔“  
صحیح مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے بدر پہنچ کر زمین پر ہاتھ رکھ کر بتایا کہ اس جگہ فلاں قریشی مارا جائے گا اور یہاں فلاں قتل ہوگا۔

جب رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ بدر پہنچے، جہاں قریش نے پہلے سے پہنچ کر پانی کے چشمہ پر قبضہ کر لیا تھا اور مناسب جگہوں کو اپنے لیے چھانٹ لیا تھا۔ بخلاف مسلمانوں کے کہ ان کو نہ پانی ملا اور نہ مناسب جگہ، رتیلا میدان تھا جہاں چلنے ہی دشوار تھا، ریت میں پیر دھنس جاتے تھے۔ حق تعالیٰ نے بارش نازل فرمائی، جس کی وجہ سے ریت جم گئی اور پانی بھی مل گیا اور جہاں مشرکین کھڑے تھے وہاں کچھڑ ہو گیا اور ان کے لیے دشواری پیدا ہوئی۔

غرض اسی حالت میں دونوں فریق جنگ کے لیے صاف آ رہوئے.....

تو اول آپ ﷺ نے مسلمانوں کی صفوں کو درست فرمایا اور پھر اس عریش (خس پوش جھونپڑی) کے نیچے جا کر جو آپ کے لیے میدان جنگ میں بنادی گئی تھی بارگاہ الہی میں الحاح و تضرع کے ساتھ دعا شروع کی۔

”اللَّهُمَّ انجِزْ لِي مَا وَعَدْتَنِي أَلَّهُمَّ إِنْ تَهْلِكْ هَذِهِ الْعَصَابَةَ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا تَعْبُدْ فِي الْأَرْضِ“

”اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ (نصرت) فرمایا اس کو پورا فرم۔ اے اللہ! اگر یہ مٹھی بھر مسلمان ہلاک ہو گئے تو پھر خطہ زمین پر کوئی تیرا عبادت گزار باقی نہیں رہے گا۔“

دعا کے دوران آپ کی بچکی بندھ گئی تھی اور چادر مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی تھی۔ یہ دیکھ کر صدیق اکبرؒ آپ کے قریب آئے اور عرض کیا ”اللہ کے رسول! بس سمجھے اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔“

آخر یہی ہوا کہ ہر قسم کے ناسازگار حالات اور اس درجہ کمزوری کے باوجود مسلمانوں کو غیبی نصرت و امداد نے با مراد اور کامیاب کیا، فتح و نصرت نے قدم چومنے اور تاریخ عالم کا ایک بے نظیر اور حیرت انگیز انقلاب پیش کر دیا۔ جب دونوں لشکر گھنائم گھنائم کھانا ہوئے اور ایک دوسرے سے بالکل قریب ہو کر جنگ شروع ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”چلو بڑھو اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔“ عمیر بن حمزة بن الحمام نے یہ جملہ سنا تو عرض کرنے لگے: ”یا رسول اللہ وہ جنت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے؟“

آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں“ کہنے لگے: ”واہ واہ“

آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ بات کیا کہہ رہے ہو؟“

انہوں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ! اور کوئی بات نہیں یہ میں صرف اس خیال سے کہہ رہا ہوں کہ شاید میری قسمت میں بھی یہ جنت ہو۔“

آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں تمہیں یہ جنت نصیب ہو گی۔“

اس کے بعد انہوں نے اپنے ترکش سے کچھ کھجوریں نکالیں اور کھانے لگے پھر اچانک کہنے لگے:

”اگر میں نے ان کھجوروں کے ختم کرنے کا انتظار کیا تو بہت دیر لگا دوں گا، اتنا جیسے کی تاب نہیں،“  
یہ کہہ کر جو کھجور یہ رکھنے تھیں پھینک دیں اور میدان جنگ میں کوڈ پڑے بالآخر شہادت سے سرفراز ہوئے  
اور غزوہ بدر کے پہلے شہید قرار پائے۔

پھر رمضان المبارک میں خدائی مدد کا ایسا ظہور ہوا کہ غزوہ بدر میں مشرکین کے بڑے بڑے آدمی  
مارے گئے اور دشمنوں کے پیار کھڑے گئے، وہ بھاگتے تھے لیکن بھاگنے کا موقع نہ پاتے تھے۔  
چنانچہ ان کے ستر آدمی قتل ہوئے اور ستر گرفتار اور باقی نے راہ فرار اختیار کی۔ تاہم یائیں مجاہدین  
نے بھی جام شہادت نوش کیا۔

معرکہ بدر ایک ہنگامی معرکہ نہیں تھا بلکہ اس نے قریش کی قوت کا ہمیشہ کے لیے خاتمه کر دیا اور  
مسلمانوں کے لیے اعلاء کلمۃ اللہ کی راہیں کھول دیں اور یہ جنگ صرف مشرکین کے اور مسلمانوں کے درمیان حق و  
باطل کا معرکہ ہی نہیں بلکہ جس زمانے میں یہ واقعہ پیش آیا اس وقت دنیا ایک موڑ پر کھڑی تھی۔  
صفحہ عالم پر اگر بدر کا معرکہ پیش نہ آتا اور مشرکین کے کو شکست نہ ہوتی تو بلاشبہ نہ صرف ججاز اور عرب و  
عجم بلکہ کائنات کا ہر ایک بحر و بُر ظلم، سرکشی اور باطل سے دوچار ہتا۔

صدائے اسلام فنا ہو جاتی اور جذبات حق مت کر رہ جاتے۔ اس لیے خدا کا یہ عظیم الشان احسان  
صرف مسلمانوں ہی کے لیے نہیں تھا بلکہ تمام کائنات انسانی پر احسان عظیم تھا۔

غزوہ بدر کو قرآن مجید نے بہت اہتمام اور شان و شوکت سے بیان کیا ہے۔ آدھے پارے پر  
مشتمل سورہ الانفال تقریباً مکمل ہی اس کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے۔

قرآن مجید قیامت تک کے لیے کامیابی کی ضمانت اور نجات کا پیغام ہے، اس لیے جب تک  
مسلمان قرآن مجید پڑھتے رہیں گے بدر کے روح پرور نہ کرے بھی ہوتے رہیں گے اور بدر کے ماننے  
والے رب کی نصرتوں پر یقین کر کے غزوہ بدر جیسے میدان بھی سجا تے رہیں گے۔





## زکوٰۃ نہ دینے کا گناہ

### حضرت مولانا مفتی عبدالروف سکھروی

اسلام کے پانچ اركان میں سے ایمان اور نماز کے بعد سب سے بڑا رکن زکوٰۃ ہے، یہ ایسا مالی فرایضہ اور پاکیزہ عبادت ہے جو پچھلے تقریباً تمام انبیاء کرام ﷺ کی شریعتوں میں بھی جاری رہی ہے، اور بنی آخر الزمان، سید المرسلین، شفیع المذینین حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کی شریعت میں بھی اس کا حکم دیا گیا ہے۔ اور قرآن کریم میں تقریباً ۲۸ مقامات پر نماز کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس نے ہر عاقل و بالغ صاحبِ نصاب شخص پر زکوٰۃ فرض ہے، جو شخص زکوٰۃ کے فرض ہونے کا انکار کرے وہ کافر ہے، اور جو فرض ہونا تسلیم کرے لیکن صاحبِ نصاب ہونے کے باوجود زکوٰۃ ادانہ کرے وہ سخت گناہ گار ہے۔ نیز زکوٰۃ کا صرف جیب سے کمال دینا کافی نہیں، بلکہ اس کو صحیح مستحقین تک پہنچانا اور ان کو عملًا مالک اور قابض بنانا کردینا ضروری ہے، اس کے بغیر زکوٰۃ ادانہ ہوگی۔

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں زکوٰۃ ادا کرنے کے بے شمار فضائل و برکات بتائے گئے ہیں، مثلاً:- ۱۔ زکوٰۃ ادا کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا باعث ہے۔ ۲۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے دولت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ۳۔ خوف و غم سے نجات ملتی ہے، اور نقصانات سے بچاؤ ہوتا ہے اور مال کا شر دور ہوتا ہے۔ ۴۔ زکوٰۃ انسان کو گناہوں سے پاک کر دیتی ہے اور جنت میں داخلہ اور جہنم سے دوری کا ذریعہ ہے۔ ۵۔ اللہ جل جلالہ کے غصب و ناراضی اور بُری موت سے بچاؤ ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی خوشبوی حاصل ہوتی ہے۔ جس طرح زکوٰۃ ادا کرنے کے بے شمار فضائل اور فوائد قرآن و حدیث میں آئے ہیں، اسی

طرح زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں۔

مثلاً قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الْذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا  
يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرُهُمْ بِعَذَابٍ أَلييمٍ ۝ يَوْمَ يُجْمَعُوا فِي نَارِ جَهَنَّمَ  
فَتُكَوَىٰ بِهَا چَبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ طَهْذَا مَا كَنَزْتُمْ لَا نَفْسٌ كُمْ فَلُوْقُوا مَا  
كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ۝ (التوبۃ: ۳۵، ۳۶)

ترجمہ: اور جو لوگ سونے چاندی کو جمع کر کے رکھتے ہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، ان کو ایک دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو، جس دن اس دولت کو جہنم کی آگ میں تپایا جائیگا پھر اس سے ان لوگوں کی پیشانیاں اور ان کی کروٹیں (پہلو) اور ان کی پیٹھیں (پشتیں) داغی جائیں گی (اور کہا جائے گا کہ) یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا، اب چکھواں خزانے کا مزہ جو تم جوڑ کر کھا کرتے تھے۔ تشریح: یہ وعید اس مال کے لئے ہے جس کے وہ حقوق ادا نہ کئے گئے ہوں جو اللہ تعالیٰ نے اس مال پر مقرر فرمائے ہیں، جن میں سے سب سے اہم زکوٰۃ کی ادائیگی ہے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ویسے تو مالی زکوٰۃ جہنم کی آگ میں تپا کر اس کے ذریعہ اس شخص کا پورا جسم ہی داغا جائے گا مگر خاص طور پر پیشانی، پہلو اور پشت کا ذکر اس لئے فرمایا کہ بخیل آدمی جو اپنا سرمایہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ نہیں کرنا چاہتا جب اس کے سامنے کوئی فقیر و مسکین اور زکوٰۃ کا طلبگار آتا ہے تو سب سے پہلے اس کی پیشانی پر بل پڑتے ہیں، پھر وہ اس سے نظر چرا کر دائیں یا باعیں پہلو کو موڑتا ہے اور پھر پشت پھیر کر چلا جاتا ہے اور زکوٰۃ نہیں دیتا۔

اس لئے عذاب کیلئے خاص طور پر ان تین اعضاء کا ذکر کیا، ورنہ در حقیقت یہ عذاب جسم کے سارے اعضاء کو ہوگا اور سارے جسم کو ہوگا۔ زکوٰۃ نہ دینے کی وعید متعلق چند احادیث طیبہ حدیث نمبر اعن زید بن اسلم، اُن ابا صالح ذکوان، اُخبرہ اُنہ سمع ابا هریرۃ یقول: قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم: ما من صاحب ذهب ولا فضة لا یؤدي منها حقها، إِلَإِذَا کان يوْمُ الْقِيَامَةِ، صَفَحَتْ لَهُ صَفَاحَتْ مِنْ نَارٍ، فَأَحْمَى عَلَيْهَا فِي



نار جہنم، فیکوی بھا جنبہ و جبینہ و ظہرہ، کلما بر دت اعیدت لہ، فی یوم کان  
مقدارہ خمسین ألف سنۃ، حتیٰ یقضی بین العباد، فیری سبیلہ، إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا  
إِلَى النَّارِ (صحیح مسلم / ۲۸۰)

ترجمہ: حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو صالح ذکوان نے انہیں بتایا کہ انہوں  
نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی سونا، چاندی  
(اور مال و دولت) رکھنے والا شخص ایسا نہیں جو اس کا حق (یعنی زکوٰۃ) نہ دیتا ہو، مگر اس کا حال یہ ہو گا کہ جب  
قیامت کا دن ہو گا تو اس شخص کو عذاب دینے کیلئے اس سونے چاندی اور مال و دولت کی چوڑی چوڑی تختیاں  
بنائی جائیں گی، پھر ان تختیوں کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا (یعنی خوب گرم کیا جائے گا جیسا کہ لوہا اور دیگر  
دھاتیں آگ میں خوب گرم کرنے سے سرخ ہو جاتی ہیں) پھر ان سے زکوٰۃ نہ دینے والے شخص کی  
کروٹ (پہلو) اور پیشانی اور پشت کو داغا جائے گا، جب یہ تختیاں ٹھنڈی ہونے لگیں گی تو ان کو دوبارہ آگ  
میں تپا کر گرم کر لیا جائے گا۔

اور یہ کام اس دن ہو گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہو گی یعنی قیامت کے دن، یہاں  
تک کہ جب بندوں کا فیصلہ ہو جائے گا تو اسے یا جنت کا راستہ دکھایا جائے گا یا جہنم کا۔

حدیث نمبر ۲ عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من آتاه الله مالا، فلم يؤدز كاته مثل له ماله يوم القيمة شجاعاً أقرع له زبيستان يطوقه يوم القيمة، ثم يأخذ بلهزم متيه يعني بشدقيه \_ ثم يقول أنا مالك أنا كنـزك، (صحیح البخاری / ۱۰۶)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا: جس شخص کو اللہ  
تعالیٰ نے مال دیا پھر اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو قیامت کے دن اس کا مال اس کے پاس بڑے  
زہریلے، گنجنگے کی شکل میں آئے گا (یعنی اس کے سر کے بال اس کے انہنی زہریلے ہونے کی وجہ سے  
جھوڑ گئے ہوں گے اور وہ نہایت خوفناک اور زہریلا ہو گا)، اس کی دونوں آنکھوں کے اوپر دو نقطے ہوں

گے، (ایسا سانپ بہت زہریلا ہوتا ہے، یہ اس ناگ کے شدید زہر میلے ہونے کی علامت ہے) وہ ناگ زکوٰۃ نہ دینے والے شخص کی گردان میں لپٹ جائے گا اور اس کے دونوں جبڑے پکڑے گا (یعنی نوچے گا اور ان کو چیر دے گا) اور کہے گا: میں تیرا خزانہ ہوں (جس کی تو زکوٰۃ نہ دیتا تھا، آج اس کا عذاب بھگت)۔

حدیث نمبر ۳ عن علی کرم اللہ وجہہ فی الجنة قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إِنَّ اللَّهَ فَرَضَ عَلَى أَغْنِيَاءِ الْمُسْلِمِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ بِقَدْرِ الَّذِي يَسِعُ فَقْرَاءِهِمْ، وَلَنْ تَجْهَدِ الْفَقَرَاءُ إِذَا جَاءُوكُمْ وَعْرُوا إِلَيْكُمْ إِذَا مَا يُضِيغُ أَغْنِيَاؤُهُمْ، أَلَا وَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ بِحَسَابِهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَسَابًا شَدِيدًا، ثُمَّ يَعْذِبُهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا

(المعجم الصغير للطبراني ۲۴۵/۲)

ترجمہ: حضرت علی رضا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بشک اللہ تعالیٰ نے مسلمان مالداروں پر ان کے مال میں زکوٰۃ بس اتنی مقدار فرض کی ہے جو ان کے غریبوں کو کافی ہو جائے، اور غریبوں کو بھوکے نگہ ہونے کی وجہ سے جب کبھی تکلیف اور مشقت ہوتی ہے تو اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ مالدار لوگ ان کا حق ضائع کرتے ہیں (یعنی وہ غریبوں کو زکوٰۃ نہیں دیتے)۔

یاد رکھیں (جو مالدار زکوٰۃ نہیں دیتے) بے شک اللہ عزوجل ان مالداروں سے سخت حساب لیں گے اور ان کو دردناک عذاب دیں گے۔

حدیث نمبر ۴ عن ابن عمر، قال: أَقْبَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَمْ يَمْنَعْ قَوْمًا زَكَّاهُمْ إِلَّا مَنْعَوْا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ، وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يَمْطِرُوا

(المجمع الكبير للطبراني ۱۲/۲۲۶)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضا فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: جو لوگ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ان سے بارش روک لی جاتی ہے، اور اگر جانور نہ ہوتے تو بارش کا ایک قطرہ بھی نہ برستا۔

حدیث نمبر ۵ عن بُرِیدَة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما منع قوم الزكاة إلا ابتلاهم الله بالسنين رواه الطبراني في الأوسط ورواته ثقات (الترغيب والترهيب ۱/ ۳۰۹)

ترجمہ: حضرت بُرِیدَہ رضي الله عنه سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو قوم بھی زکوٰۃ نہیں نکالتی، اللہ تعالیٰ اس کو قحط سالی میں بٹلا فرمادیتے ہیں۔

شرح: روایت سے معلوم ہوا کہ قحط سالی کا عذاب بھی زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وجہ سے آتا ہے کہ ضروریاتِ زندگی کے ملنے میں تنگی ہو جاتی ہے۔ آج ہم میں اکثر مسلمان ضروریاتِ زندگی کی کمی اور مہنگائی کے وباں کا شکار ہیں، لیکن شاید ہی یہ خیال بھی ذہن میں آتا ہو کہ درحقیقت اس تنگی اور پریشانی کی ایک وجہ زکوٰۃ ادا نہ کرنا ہے، اگر زکوٰۃ کی چوری معاشرے سے ختم ہو جائے اور تمام صاحبِ نصاب مسلمان زکوٰۃ کے فریضہ کو خوشدنی کے ساتھ انعام دیں تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی فراوانی ہو جائے اور ہر شخص کو بآسانی ضروریاتِ زندگی حاصل ہوں اور ہر طرف خوشحالی ہی خوشحالی ہو۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو یہ حقیقت سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

حدیث نمبر ۶ قال عمر قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم ما تلف مال فی بر ولا بحر إلا بحبس الزكاة (الترغيب والترهيب ۱/ ۳۰۸)

ترجمہ: حضرت عمر رضي الله عنه فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خشکی ہو یا سمندر، جہاں بھی مال ضائع ہوتا ہے وہ زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۷ عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم عرض على أول ثلاثة يدخلون الجنة وأول ثلاثة يدخلون النار فأما أول ثلاثة يدخلون الجنة فالشهيد و عبد ملوك أحسن عبادة ربه و نصح لسيده و عفيف متغافل ذو عيال وأما أول ثلاثة يدخلون النار فأمير مسلط و ذو ثروة من مال لا يؤدي حق الله في ماله و فقير فخور (الترغيب والترهيب ۱/ ۷)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے سامنے جنت میں جانے والے پہلے تین افراد اور جہنم میں جانے والے پہلے تین افراد پیش کئے گئے، سب سے پہلے جنت میں جانے والے تین افراد یہ ہیں: (۱)۔۔۔ شہید۔ (۲)۔۔۔ وہ غلام جو اپنے رب کی عبادت بھی اچھی طرح کرے اور اپنے مالک کا بھی خیر خواہ ہو۔ (یعنی اس کے حق میں بھی کمی نہ کرے) (۳)۔۔۔ وہ عیال دار شخص جو پاک باز ہو اور گزارے کے لائق روزی پر اکتفاء کرے، اپنی محتاجی بیان کر کے لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے۔ اور سب سے پہلے جہنم میں جانے والے تین افراد یہ ہیں: (۱)۔۔۔ زبردستی حکومت حاصل کر کے حکمران بننے والا۔ (۲)۔۔۔ وہ مالدار شخص جو اپنے مال میں سے اللہ تعالیٰ کا حق یعنی زکوٰۃ ادا نہ کرے۔ (۳)۔۔۔ اترانے والا یعنی متنکر فقیر۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جہنم میں سب سے پہلے جانے والے افراد میں وہ شخص بھی شامل ہے جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو۔

حدیث نمبر ۸ عن ابن مسعود. قال: من كسب طيباً خبيثه منع الزكاة، ومن كسب خبيثاً لم تطيه الزكاة (مجمع الکبیر للطبراني (۳۱۹/۹)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: جو شخص پاکیزہ اور حلال مال کماتا ہے، زکوٰۃ ادا نہ کرنا اس پاکیزہ اور حلال مال کو خراب اور خبیث کر دیتا ہے، اور جو شخص حرام مال کماتا ہے تو زکوٰۃ ادا کرنے سے وہ پاکیزہ نہیں ہوتا (بلکہ حرام ہی رہتا ہے)۔

حدیث نمبر ۹ عن أنس بن مالک. أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَقْبِلُ اللَّهُ صَلَوةً رَجُلٍ لَا يُؤْدِي الزَّكَاةَ حَتَّىٰ يَجْمِعَهُمَا، فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَىٰ قَدْ جَمَعَهُمَا فَلَا تَفْرُقْنَاهُمْ (حلیۃ الاء ولیاء وطبقات الاء صفائیہ (۹/۲۵۰)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کی نماز قبول نہیں فرماتے جو زکوٰۃ نہ دیتا ہو، یہاں تک کہ وہ دونوں (یعنی نماز اور زکوٰۃ) حکموں پر عمل کر لے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں عبادات کو جمع فرمایا ہے (یعنی قرآن کریم میں

دونوں کا حکم ساتھ ساتھ دیا ہے) تو تم ان کے درمیان تفریق نہ کرو (یعنی ان دونوں کو الگ الگ نہ کرو کہ نماز تو پڑھو مگر زکوٰۃ نہ دو، اگر ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری نماز بھی قبول نہ فرمائیں گے)۔

حدیث نمبر ۴۰ عن عمرو بن شعیب، عن أبيه، عن جده، أن أمرأتين أتتا رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي أيديهما سواران من ذهب، فقال لهما: أتؤديان زكاته؟، قالتا: لا، قال: فقال لهما رسول الله صلى الله عليه وسلم: أتحبان أن يسور كما الله بسوارين من نار؟، قالتا: لا، قال: فأدليا زكاته. (سنن الترمذی ۲۲۲/۲)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کے پاس دو عورتیں آئیں اور ان دونوں نے اپنے ہاتھوں میں سونے کے لگن پہنے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے ان دونوں سے دریافت فرمایا کہ کیا تم ان کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم یہ بات پسند کرتی ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آگ کے لگن پہنائے؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں (یعنی ہم یہ بات پسند نہیں کرتیں)، آپ ﷺ نے فرمایا: ان کی زکوٰۃ ادا کیا کرو۔

شرح: اس روایت سے معلوم ہوا کہ زیور کی زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وجہ سے کیسا دردناک عذاب دیا جائے گا۔ بعض خواتین زیورات کی زکوٰۃ ادا کرنے میں کوتاہی اور غفلت کرتی ہیں اور اپنا دل تنگ کرتی ہیں، ذرا پوری توجہ سے ایک مرتبہ سوچیں کہ جوز زیور وہ پہنچتی ہیں اگر اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو یہی زیور جہنم کی آگ میں تپا کر پہنایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس دردناک عذاب سے سب کی حفاظت فرمائے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اس کے علاوہ اور بھی کئی احادیث میں زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر بڑی سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں، اس لئے جس مسلمان مرد و عورت پر زکوٰۃ فرض ہو اس کو اپنے اموالی زکوٰۃ کا صحیح صحیح حساب لگا کر زکوٰۃ ادا کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!



## سوانح حضرت حاجی عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ صاحب

مرتب: مولانا ناذوالکفل

استاذ جامعہ دارالتفوی لاہور

قطع نمبر 15

مجد و تبلیغ حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی جهد مسلسل سے عبارت ہے آپ نے اپنی حیات مستعار کی سات دہائیاں دین کی اشاعت اور تبلیغ کی محنت میں وقف کر دیں۔ حاجی صاحب کی جدائی یقیناً ایک عظیم قومی و ملی ساختہ ہے اور یہ ایسا خلا ہے جو شاید کبھی پرمنہ ہو سکے لیکن قدرت کے فیصلوں کے آگے کون بھروسہ کرتا ہے، آخر سب کو جانتا ہے اور جانے والے کبھی واپس نہیں آتے، ہاں ان کی حسین یادیں ہمیشہ ہماری زندگی کا حصہ بن جاتی ہیں۔

ان کے انتقال کے بعد یہ بات شدت سے محسوس ہوئی کہ ان کی حقیقیحوال و واقعات صحیح ہو جائیں تاکہ ان کی سیرت و کردار کے درخشان پہلوامت کے سامنے آسکیں اور ان کی زندگی کا مطالعہ کر کے لوگوں کو بھی اپنی زندگی کا رخ متعین کرنے میں مدد سکے۔ اسی مقدمہ کے پیش نظر جامعہ کے شعبہ نشر اشاعت نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات، دینی و تبلیغی خدمات، تقسیم ہند سے قبل اور بعد کے تبلیغی حالات و واقعات کو خوبصورت انداز میں یکجا کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور محقق عرصے میں تقریباً سات سو صفحات کی فتحیم کتاب تیار ہو گئی جو بحمد اللہ چھپ کر مظفر عام پر آچکی ہے جس کی طباعت اول ہاتھوں ہاتھ بک گئی ہے اب اس کی طباعت ثانی پر کام جاری ہے قارئین کے فائدے اور دلچسپی کے لئے اسے ماہنامے میں قسط و ارشاد کیا جائے۔ امید ہے قارئین اسے پسند فرمائیں گے۔

### مولانا عبدی اللہ سندهی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کی نظام الدین آمد

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چھ مہینے رہے اس دوران چونکہ حاجی صاحب ملازمت کرتے تھے اس لیے ملازمت کے اوقات میں عدم صحبت کا حاجی صاحب کو بہت تلقن رہتا تھا ان دونوں نظام الدین میں ایک مولوی عبدالملک صاحب رحمۃ اللہ علیہ مراد آبادی حاجی صاحب کے دوست بن گئے جو روزانہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بتاتے کہ آج مولانا الیاس صاحب نے یہ فرمایا یہ فرمایا..... آخری دونوں

ماہنامہ دارالتفوی

رمضان، شوال 1442ھ

مئی 2021ء

میں مفتی کفایت اللہ صاحب تشریف لائے تو دیکھ کر فرمایا کہ: بڑے میاں (مولانا الیاس صاحب) تو اپنی پرواز میں ہزاروں میل کی رفتار سے جا رہے ہیں.....

انہی دنوں میں مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا نظام الدین آنا ہوا۔ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے..... طبیب نے یماری کی وجہ سے بولنے سے منع کیا ہوا تھا۔ حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے سلام کیا حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا اور جواب دینے کے بعد ڈیڑھ گھنٹا مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کو ڈانٹا کہ طبیب نے مجھے بولنے سے منع کیا ہوا تھا تو تم نے سلام کیوں کیا..... سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا واجب ہے تم نے مجھے واجب میں کیوں مبتلا کیا..... حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ صاحب چپ چاپ سنتے رہے اور آخر میں اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے عرض کیا کہ: مجھ سے غلطی ہو گئی معاف فرمادیں۔ اسی آمد کا ایک اور واقعہ حاجی صاحب سنایا کرتے تھے کہ حضرت عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ بڑے صاحب فراست آدمی تھے اللہ نے ان کو ایسی فراست دی تھی کہ جب وہ بات کرتے تھے تو پوں لگتا تھا کہ دیکھ کر بات کر رہے ہیں ان کی یہ فراست ساری دہلی میں مشہور تھی۔

جب مولانا الیاس صاحب کے پاس سے باہر آئے تو حوض کے پاس بیٹھ گئے۔ دائیں طرف مولانا یوسف صاحب باعیں طرف مولانا احتشام الحسن صاحب اور سامنے ملووی داؤد صاحب کھڑے تھے۔ حضرت عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بہت عظیم کام ہے یہ (مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) تو کر لے گا۔ اور تم (مولانا احتشام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) نہیں کر سکو گے۔ چنانچہ مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو خوب آگے بڑھے۔ البتہ مولانا احتشام الحسن صاحب جو مولانا یوسف صاحب کے ماموں تھے۔ بعض اعزاز کی وجہ سے ساتھ نہیں چل سکے۔

### ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تین آدمیوں (مولانا ابو الحسن ندوی، مولانا ظفر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کو اپنے پاس بلا یا اور ساری رات بیٹھ کر ان تینوں کو صحیح کے بیان کے لیے مضمون سمجھاتے رہے۔ صحیح ہوئی تو بیان کے لیے ایک صاحب کھڑے ہوئے انہوں نے پہلے تمہیدی بات شروع کی حضرت (مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کی چار پائی مسجد میں تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ کس کو کھڑا کر دیا.....؟ بنڈ کرو اس سے کہو کہ کام کی بات کرے وہ صاحب خاموش

ہو گئے دوسرے صاحب سے کہا گیا کہ تم بیان کرو تو وہ کہیں میں تو نہیں کر سکتا۔۔۔ شیخ زکریا یاوہیں موجود تھے انہوں نے فرمایا آپ اپنی چار پائی اٹھوائیے اور اندر لے جائیے۔ یہاں رہیں گے تو کوئی نہیں بیان کر سکے گا حضرت کی چار پائی اندر مجرمے میں کروادی گئی۔ مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ مجرمے میں آئے اور والد صاحب سے عرض کیا کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔۔۔؟ مولانا الیاس صاحبؒ نے ایک دو جملوں میں بتایا کہ میں یہ چاہتا ہوں۔ مولانا یوسف صاحبؒ نے جا کر ساری بات مجع کو سمجھا دی بیان کے بعد مولانا عبد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تم تورات کو ہمارے ساتھ نہیں تھے تمہیں کیسے پتا کہ حضرت یہ بات چاہتے تھے تو مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ (ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء)۔۔۔!!!

### بڑوں کا ادب

ایک دفعہ حاجی صاحب فرمانے لگے کہ مولانا الیاس صاحب شفع قریشی صاحب کی گاڑی میں رائے پور جا رہے تھے۔ سارے راستے مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت رائے پوری کے مناقب اور فضائل بیان کرتے رہے۔ قریشی صاحب یہ سمجھے کہ حضرت رائے پوری مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ صاحب سے بڑے بزرگ ہیں کہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے اتنے فضائل و مناقب بیان کر رہے ہیں۔ راستے میں گاڑی خراب ہونے کی وجہ سے سب حضرات پیدل چلنے لگے تو مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہاں بھائی وہ مقام تو اتنا اونچا ہے کہ وہاں سر کے بل جانا چاہیے۔ قریشی صاحب اور بھی حیران ہوئے کہ پتہ نہیں کتنے بڑے بزرگ ہیں۔ اس سفر میں مولانا احتشام صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ تھے وہ راستے میں قریشی صاحب سے باتیں کر رہے تھے انہیں باتیں کرتا ہوا دیکھ کر مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زور سے فرمایا: مولوی احتشام رحمۃ اللہ علیہ تمہیں پتا نہیں کہاں جا رہے ہیں؟ باتیں کر رہے ہو۔۔۔ پھر حاجی صاحب فرمانے لگے کہ اللہ والوں کے پاس جاتے ہوئے راستے میں ذکر واذکار اور دعا کرتے ہوئے جانا چاہیے ان کے مقام کا پہلے سے استحضار کر کے جانا چاہیے۔ اللہ کی شان ادھر حضرت رائے پوری پہلے سے راستے میں مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے استقبال کے لیے کافی آگے آئے ہوئے تھے۔ حضرت رائے پوری مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ صاحب کو حضرت دہلوی فرماتے تھے، دونوں حضرات ایک دوسرے کی تعظیم میں بچھے جا رہے تھے۔ قریشی صاحب حیران کہ ان میں سے کون بڑے بزرگ ہیں۔ حاجی صاحب فرماتے تھے یہ تھا بڑوں کا ادب ان حضرات میں۔۔۔ اپنے کو کچھ سمجھنا۔۔۔



## سفرنامہ

# بیس ملکوں کا سفر

## مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ

قطع: 19

سفرنامہ وہ بیانیہ ہے جسے مسافر سفر کے دوران یا منزل پر بخپی کر اپنے تجربات اور مشاہدات کی مدد سے تحریر کا جامہ پہنتا ہے اور اپنی گزری ہوئی کیفیات سے دوسروں کو واقف کرتا ہے۔ راہ میں پیش آنے والے اپنے تجہیز، استجواب اور اضطراب کو اس طرح سے قلم بند کرتا ہے کہ پڑھنے والے کے سامنے نہ صرف پوری تصویر آجائی ہے بلکہ اس مقام سے متعلق تمام معلومات مع تفصیل اس کے علم اور آگہی میں اضافہ کر دیتی ہیں۔ ”جہان دیدہ“ بھی ایسا ہی ایک سفر نامہ ہے جو شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہ کے سفر ناموں کا پہلا مجموعہ ہے جو بیس ملکوں کے سفر کی تفصیل اور روایتاد پر مشتمل ہے۔ قبل ازیں آپ ان صفات پر حضرت مفتی صاحب کا سفرنامہ ”سفر در سفر“ پڑھ کچے ہیں جسے قارئین نے بہت پسند کیا۔ اب قسط وار ”جہان دیدہ“ شائع کیا جا رہا ہے جو نہایت دلچسپ اور اپنے اندر پیش بہا معلومات کا خزینہ لئے ہوئے ہے، امید ہے قارئین پسند کریں گے اور یہ سلسلہ ان کے علم و عمل میں اضافے کا باعث بنے گا۔ انشاء اللہ

## حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ کی فتوحات

اس کے بعد آپ نے اپنے گھوڑے کے اگلے پاؤں اٹلانٹک کی موجودی میں ڈالے، اپنے ساتھیوں کو بلا یا اور ان سے کہا کہ ہاتھ اٹھاؤ، ساتھیوں نے ہاتھ اٹھادیتے تو عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ نے یہ اثر انگیز دعا فرمائی۔

مئی 2021ء

رمضان، شوال 1442ھ

ماہ ملک دارِ تقویٰ



یا اللہ! میں غور اور تکبر کے جذبے سے نہیں نکلا اور تو جانتا ہے کہ ہم اسی "سبب" کی ملاش میں ہیں جس کی آپ کے بندے ذوالقرینین نے جستجو کی تھی اور وہ یہ کہ بس دنیا میں تیری عبادت ہو اور تیرے ساتھ کسی کوششیک نہ کیا جائے۔ اے اللہ! ہم دین اسلام کا دفاع کرنے والے ہیں تو ہمارا ہوجا، اور ہمارے خلاف نہ ہو، یا زالجلال والا کرام۔

اثلانٹک کے کنارے سے حضرت عقبہ بنی الحنفیہ قیروان جانے کے لئے واپس ہوئے، راستہ میں ایک جگہ ایسی آئی جہاں پانی کا دور دور تک نشان نہ تھا، سارا لشکر پیاس سے بیتاب تھا، حضرت عقبہ بنی الحنفیہ نے دور کعین پڑھ کر دعا کی، دعا سے فارغ ہوئے تھے کہ ان کے گھوڑے نے اپنے کھروں سے زمین کھودنی شروع کی، دیکھا تو ایک پتھر نظر آیا اس پتھر سے پانی پھوٹ نکلا

ہزار چشمہ ترے سنگ راہ سے پھوٹ  
خودی میں ڈوب کے ضرب کلیم پیدا کر  
یہاں سے آگے بڑھ کر حضرت عقبہ نے یہ سوچ کر کہ یہ راستہ بے خطر ہے، اپنے لشکر کے بیشتر حصے کو جلد قیروان پہنچنے کے لئے آگے بھیج دیا اور خود چند سواروں کے ساتھ راستے کے ایک قلعہ تہواز پر یلغار کے لئے روانہ ہو گئے خیال تھا کہ یہ مختصر فرقی اس قلعے کو فتح کرنے کے لئے کافی ہو گی لیکن قلعے والوں کی تعداد بہت زیاد تھی اور اس پرستم یہ ہوا کہ حضرت عقبہ بنی الحنفیہ کے لشکر میں کیسلہ نامی ایک برابری شخص جو بظاہر مسلمان ہو گیا تھا حضرت عقبہ بنی الحنفیہ کا دشمن تھا وہ دشمن سے مل گیا اور لشکر کے راز دشمن پر ظاہر کر دیئے جس کے نتیجے میں مسلمان چاروں طرف سے گھیرے میں آگئے، حضرت عقبہ بنی الحنفیہ نے اس موقع پر اپنے ایک ساتھی ابوالمهاجر کو جو قید میں تھے رہا کر کے ان سے کہا تم دوسرے مسلمانوں سے جاملو اور ان کی قیادت کرو کیونکہ میں شہادت کے لئے اس سے بہتر موقع کوئی اور نہیں سمجھتا لیکن ابوالمهاجر نے کہا کہ مجھے بھی شہادت کی قمنا ہے اور یہ دونوں اپنے ساتھیوں سمیت دشمنوں سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ رضی اللہ عنہم ورضو عنہ

(کامل ابن اثیر ج 4، 43)

چنانچہ حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ کا مزار الجزاں میں جنوب کی طرف کافی اندر واقع ہے اور وہ جگہ بھی انہی کے نام پر سیدی عقبہ کہلاتی ہے۔

جتنی دیر جہاز پرواز کرتا رہا میں ان تاریخی واقعات کے تصور میں گم رہا یہاں تک کہ شہر الجزاں نظر آنے لگا اور چند ہی لمحوں میں جہاز بومدین ایئر پورٹ پر اتر گیا۔

مجھے جہاز کے انتظار میں دونوں الجزاں شہر میں رکنا پڑا یہ دور و زیارت شہر الجزاں کے مختلف مقامات کی سیاحت اور کتب خانوں کی سیر میں گذرے۔

الجزاں شہر بحر متوسط کے کنارے فرانسیسی طرز کا شہر ہے جدید متمدن شہروں میں اسے بہت نمایاں حیثیت تو حاصل نہیں لیکن کافی خوبصورت اور صاف سطح اس شہر جو جدید تمدن کی سہولیات سے آراستہ بھی ہے اور ساحل سمندر، چھوٹی پہاڑیوں اور کسی قدر بزرے کی وجہ سے قدرتی حسن سے بھی بہرہ یاب ہے اسی شہر کے نام پر پورے ملک کو الجزاں کہا جاتا ہے۔ نام سے بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ کوئی جزاں کا مجموعہ ہو گا لیکن درحقیقت اس کی وجہ تسمیہ بعض الجزاں دوستوں نے یہ بیان کی کہ یہاں ساحل سے کچھ فاصلے پر سمندر میں چند نہایت چھوٹے چھوٹے جزیرے ہیں جو آبادی کے لئے بھی استعمال نہیں ہو سکتے البتہ ان کو تفریح کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے ان جزیروں کی وجہ سے یہ شہر الجزاں کے نام سے مشہور ہو گیا اور اسی کی بنیاد پر امکان الجزاں کہلانے لگا۔

### الجزاں کی مختصر تاریخ

حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں اس علاقے کی فتح کا حال تو پہلے لکھ چکا ہوں۔ اس وقت یہ سارا علاقہ مرکش سمیت ٹیونس کا ایک حصہ تھا جس کا دار الحکومت تیروان سمجھا جاتا تھا۔ بعد میں سب سے پہلے مرکاش میں خود مختار حکومت قائم ہوئی اور موجودہ الجزاں کے کچھ مغربی حصے بھی اس میں شامل ہو گئے بعد میں یہ مغربی حصے اور الجزاں کے باقی ماندہ علاقے بونو فص کی حکومت بھی متحد نہ رہ سکی اور اس کے بھی متعدد ٹکڑے ہوئے۔

یہ وہی زمانہ تھا جب یورپ کی عیسائی حکومتیں مسلمانوں کے خلاف اپنی طاقت مجتمع کر رہی تھیں انہوں نے پہلے اندرس کو اپنا نشانہ بنایا اور اس پر اپنا قبضہ جمالیا بعد میں افریقہ کے متعدد ساحلوں پر بھی ان کی تگ و تاز شروع ہو گئی اور یہ سارا علاقہ اپنے عدم استحکام کے باعث یورپ کی اس تگ و تاز کے خطرے میں پڑ گیا۔

اس وقت مسلمانوں کی سب سے بڑی قوت ترکی کی خلافت عثمانیہ تھی اور جہاں کہیں مسلمانوں کی مدد اور حمایت کی ضرورت پڑتی وہی آگے بڑھ کر مدد کرتی تھی اس غرض کے لئے اس کے بھرپور بیڑے سمندر میں گشت بھی کرتے تھے انہی میں سے ایک بیڑے کے فائدہ خیر الدین باربروسا تھے جن کی بھرپور مہماں مشہور و معروف ہیں۔

زوال غزنیات کے بعد انہوں نے اپنا بیڑا الجزاہ کے ساحل پر لنگر انداز کیا ہوا تھا اور ان کا مقصد یہ تھا کہ سقوط غزنیات کے نتیجے میں اندرس کے مسلمانوں پر مصائب کے جو پھاڑٹوٹے ہیں اس میں ان کی مدد کی جاسکے۔ چنانچہ ان کے جہازوں نے ستم رسیدہ انڈی مسلمانوں کو اندرس سے الجزاہ منتقل کرنے میں بڑی زبردست خدمات انجام دی ہیں۔

اس زمانے میں الجزاہ کے مسلمان چونکہ اپنے عدم استحکام سے پریشان تھے اندرس کا انجام ان کے سامنے تھا اور ہر وقت یہ خطرہ تھا کہ یورپ کی عیسائی طاقتیں انہیں بھی نوالہ تر سمجھ کر ان پر اپنا تسلط جمالیں اس لئے الجزاہ کے مسلمانوں نے خیر الدین باربروسا سے درخواست کی کہ الجزاہ کو خلافت عثمانیہ اپنے زیر انتظام لے آئے۔

خلافت عثمانیہ نے اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے 945ھ میں اس علاقہ کا انتظام سنجدال لیا اور الجزاہ با قاعدہ خلافت عثمانیہ کا حصہ بن گیا۔ (جاری ہے)



## معروف ناشر کتب اور مجلس نشریات اسلام کے ناظم مولانا فضل ربی ندوی مرحوم

از: محمد راشد شخ

اردو زبان میں نشر و اشاعت کتب کی تاریخ دو سو سال کے عرصے پر محیط ہے، ناشرین کتب میں دینی کتب کے ناشرین بھی شامل ہیں، علمی و ادبی کتب کے بھی اور تاریخی و تحقیقی کتب کے بھی۔ افسوس ہے اب تک اردو ناشرین کتب پر معیاری تحقیقی کام نہ ہوا کہ اور نہ ہی اس موضوع پر تحقیق ہو سکی کہ ان کی شائع کردہ کتب نے قارئین کی ذہن سازی میں کیا ہم کردار ادا کیا۔ اگر پاکستان کے دینی اور علمی کتب کے ناشرین پر سنجیدہ تحقیق کی جائے تو اس میں مجلس نشریات اسلام اور اس کے بانی و ناظم مولانا فضل ربی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام ضرور شامل ہو گا، جنہوں نے تقریباً نصف صدی تک دینی و علمی کتب کی اشاعت کی اور یوں قارئین کی کئی نسلوں کی ذہن سازی کا فریضہ انجام دیا۔ یوں تو ان سے قبل بھی دینی اور علمی کتب کے متعدد ناشرین کتب پاکستان میں موجود تھے لیکن مجلس نشریات اسلام کی کتب ایک خاص نقطہ نظر کی نمائندگی کرتی ہیں جس کی تفصیل آگے پیش کی جائے گی۔ جیرت الگیز بات یہ ہے کہ مولانا فضل ربی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو نشورو اشاعت کا پہلے سے کوئی تجربہ نہیں تھا بلکہ اس کام کا جذبہ محرکہ اپنے استاد محترم مولانا سید ابو الحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر ندوی حضرات سے محبت و عقیدت ندوی فضلاء کی کتب پاکستانی قارئین تک پہنچانا اور ان کتب کو پاکستان

میں پھیلانا بنا۔

مجلس نشریات اسلام کے آغاز اور ترقی کے بارے میں جاننے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنو سے تعلق پر روشنی ڈالی جائے۔ اور زبان کے قارئین اس حقیقت سے واقف ہیں کہ مولانا سید ابو الحسن ندوی ایک معلم، داعی اور مصلح ہونے کے باوصاف اردو اور عربی زبانوں کے عالمی شہرت یافتہ مصنف بھی تھے اور جن کی تصنیفات کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ گئی تھی۔ مولانا نے متعدد کتب کے علاوہ کارروائی زندگی کے عنوان سے آپ بیتی لکھی جس میں مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنو کے آغاز کے بارے میں مفید معلومات ملتی ہیں۔ اس کتاب کی جلد اول میں مولانا تحریر فرماتے ہیں کہ اپنے دوست سعید رمضان کی خواہش پر 1950 میں انہوں نے رسالہ "الملمون" کا ادارہ بعنوان رقتہ جدیدہ (جدید ارتداد) لکھا تھا جس میں یہ بیان کیا کہ عالم اسلام اس وقت نئے قسم کے ارتداد کا شکار ہو چکا ہے جو یورپ کے سیاسی و تہذیبی حملے کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے۔ یہ ارتداد عہد رسالت سے آج تک اسلامی تاریخ کا سب سے عظیم ارتداد ہے۔ اس ارتداد کا شکار کسی کلیسا یا مندر نہیں جاتا اور نہ ہی تبدیلی مذہب کا اعلان کرتا ہے بلکہ وہ خود کو مسلمان ہی ظاہر کرتا ہے لیکن افکار و خیالات میں دین اسلام پر پختہ یقین کے بجائے لا دینیت کا شکار ہو جاتا ہے۔ مولانا نے اس مضمون میں اس ارتداد کا علاج یہ تجویز کیا کہ عالم اسلام میں طاقتو ردعوت ایمان اور نئے ذہن کو سامنے رکھ کر طاقتو لطیح تیار کیا جائے جو وسیع پیمانے پر اس نئے ارتداد کے شکار افراد کی ذہن سازی کرے۔ اس عربی مضمون کا ترجمہ "نیا طوفان اور اسکا مقابلہ" کے عنوان سے شائع ہوا۔ مولانا لکھتے ہیں کہ اس مضمون کی اشاعت کے بعد شدت سے ضرورت محسوس ہوئی کہ اس اعتقادی اور تہذیبی ارتداد کا مقابلہ اور اس کے علاج کی خاطر ایک مستقل نشریاتی ادارہ یا اکیڈمی قائم کی جائے چنانچہ 1959 میں ایک نیک دل صاحب خیر کی محض ایک ہزار رقم سے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو میں مجلس تحقیقات و نشریات اسلام قائم کی گئی جس نے اس قبوٹے سرمائے اور مختصر عملہ کے ساتھ اعلیٰ پائے کی سینکڑوں اردو، انگریزی، عربی اور ہندی کتب شائع کیں جنہوں نے کئی نسلوں کی ذہن سازی کی یہ ادارہ آج نشو و اشاعت کی خدمات انجام دے رہا ہے۔

درج بالا تفصیل سے ایک اہم نکتے کی وضاحت ہوتی ہے اور وہ یہ کہ مولانا کے نزدیک وقت کی اہم ضرورت طاقتور لٹر پر تیار کرنا اور اس کی زیادہ اشاعت تھی جو ارتاد کے شکار افراد کی ذہن سازی نہیں کر رہی تھیں جیسا مولانا چاہتے تھے انہی وجہ سے مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کا قیام عمل میں آیا تھا۔

مجلس نشریات اسلام کراچی کا قیام دراصل مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنوی کے تسلسل کے طور پر عمل میں آیا تھا۔ اس ادارے کے قیام اور مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق کے حوالے سے فضل ربی ندویؒ نے اپنے نام مولانا ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط پر مشتمل کتاب کے دیباچہ میں لکھا تھا: ہمارا تعلق پنجابی سوداگر اس دہلی سے ہے، ہماری براذری کارروباری ہونے کے ساتھ خاصاً نبی رجحان رکھتی ہے، یہ 1957ھ کی بات ہے کہ میں ملکتہ میں ایک انگلش اسکول میں زیر تعلیم تھا اس وقت میری عمر کوئی پندرہ سال ہو گی۔

والد محترم حاجی محمد عارفین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا علی میاں ندوی تدرس سرہ اور ندوۃ العلماء سے تعلق کی وجہ سے مجھے اسکول سے نکال کر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنوی میں داخل کر دیا گیا۔ یہ اللہ کا عظیم احسان اور میری سعادت اور خوش قسمتی کی بات تھی اس طرح میں ندوۃ کے قیام کے دوران حضرت نور اللہ مرقدہ کے زیر نگرانی و سرپرستی 1964ء تک رہا ان سات برسوں میں حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ کو قریب سے دیکھا آپ کی مجلسوں میں بیٹھا تکیرائے بریلی میں بھی خدمت میں رہا۔ 1972ء کے موسم حج میں حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ کے چہیتے بھتیجے محترم محمد میاں (مولانا محمد الحسنی ندوی مردی البعث الاسلامی) سے خوب ملاقاتیں رہیں اکثر ہم دونوں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بخاری آئس کریم والے کی دکان پر عالم اسلام دنیا نے اسلام کی ضرورتوں اور زمانہ کے تقاضوں کی باتیں کرتے۔ اثنائے گفتگو یہ مسئلہ آیا کہ مفکر اسلام حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام اور ندوۃ العلماء کی کتابیں پاکستان کے اہل علم اور اہل ذوق کو نہیں ملتیں اور ہندوستان سے کتابیں پاکستان بھیجننا نہایت مشکل کام ہے۔ (جاری ہے)



## اعتكاف کے فضائل و مسائل

**حضرت مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ**

**مسنون اعتكاف:** حضرت عائشہ زینتہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ رمضان کے آخری دس دنوں کا اعتكاف کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دی۔ آپ (کی وفات) کے بعد آپ اکی ازواج (ان دنوں کا) اعتكاف کرتی رہیں۔ (بخاری) اعتكاف کیلئے روزہ شرط ہے حضرت عائشہ زینتہا نے فرمایا یہ سنت ہے کہ اعتكاف روزے کے بغیر نہیں ہوتا۔ (ابوداؤد)

**اعتكاف کہاں ہو سکتا ہے:** حضرت عائشہ زینتہا نے فرمایا یہ سنت ہے کہ اعتكاف صرف اس مسجد میں ہوتا ہے جس میں جماعت کے ساتھ نماز ہوتی ہو۔ (ابوداؤد)

**ابراہیم نجحی رحمۃ اللہ علیہ** سے روایت ہے کہ حضرت خذیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا! کیا آپ کو ایسے لوگوں پر تعجب نہیں جو آپ کے گھر اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے گھر کے درمیان (اپنے گھروں میں) اعتكاف کرتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا شاید وہ درست کرتے ہوں اور میں ہی خطا پر ہوں یا ان کو بات یاد ہو اور میں ہی بھول گیا ہوں لیکن مجھے تو یہی معلوم ہے کہ اعتكاف صرف اسی مسجد میں ہو سکتا ہے جس میں جماعت (کے ساتھ نماز) ہوتی ہو۔ (طرانی)

**اعتكاف کے احکام:** حضرت عائشہ زینتہا کہتی ہیں اعتكاف کرنے والے کیلئے سنت حکم یہ ہے کہ وہ کسی مریض کی عیادت کے لئے نہ نکلے اور نہ نماز جنازہ پڑھنے کے لئے نکلے اور نہ کسی عورت کو (شہوت سے) چھوئے اور نہ اس سے چمٹے اور سوائے ناگزیر حاجت کے، کسی حاجت کے لئے نہ نکلے۔ (ابوداؤد)

حضرت عائشہ زینتہا کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتكاف میں ہوتے تو مسجد میں ہوتے ہوئے

آپ اپنا سر میرے قریب کر دیتے اور میں (اپنے کمرے میں ہوتے ہوئے) آپ کے گنگھی کر دیتی اور آپ سوائے انسانی طبعی ضرورت کے گھر میں داخل نہ ہوتے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ میں ہوتے ہوئے جب اپنی کسی طبعی ضرورت سے مسجد سے نکلتے تو گزرتے مریض کی عیادت کر لیتے ہمہ کراس کی حالت نہ پوچھتے۔ (ابوداؤد)

اعتنکاف کب شروع کیا جائے: حضرت عائشہؓ کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ جب اعتنکاف کا ارادہ کرتے تو (میسویں تاریخ کو) فجر پڑھتے پھر (ضروری کام کا ج سے فارغ ہو کر مغرب سے پہلے) اپنے معنکف میں داخل ہو جاتے اور آپ جب رمضان کے آخری دس دن کا اعتنکاف کرتے تو اپنا خیمہ لگانے کا حکم دیتے جو لوگ دیا جاتا۔ (مسلم)

معنکف کے لئے چار پائی یا بستر پھچانا: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اعتنکاف کرتے تو آپ کے لئے (مسجد میں) ستون تو بکے پیچھے بستر پھچا دیا جاتا یا چار پائی لگادی جاتی۔ (ابن ماجہ)

مسنون اعتنکاف شب قدر حاصل کرنے کیلئے ہے حضرت ابو عیید خداوندؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک مرتبہ شروع میں) رمضان کے پہلے عشرہ کا اعتنکاف کیا پھر ایک تر کی خیمہ میں درمیانے عشرہ کا اعتنکاف کیا۔ پھر آپ نے اپنا سر باہر نکالا اور فرمایا میں نے شب قدر کی تلاش میں پہلے عشرہ کا اعتنکاف کیا پھر درمیانے عشرہ کا اعتنکاف کیا پھر ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا کہ شب قدر تو آخری عشرہ میں ہے تو جس شخص نے میرے ساتھ اعتنکاف کیا ہے وہ آخری عشرہ کا بھی اعتنکاف کرے (تاکہ اصل مقصد حاصل ہو) (مسلم)

نبی ﷺ ہر سال صرف آخری عشرہ کا اعتنکاف کرتے تھے حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ (جب سے آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ شب قدر آخری عشرہ میں ہوتی ہے اس وقت سے) رسول اللہ ﷺ ہر سال (رمضان کے آخری) دس دن کا اعتنکاف کرتے تھے۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ و سال اعتنکاف نہ کر پائے تو آپ نے بعد میں قضا کی پہلا واقعہ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ رمضان کے آخری عشرہ کے اعتنکاف کا ارادہ کیا تو اپنے لئے خیمہ لگانے کا حکم دیا۔ خیمہ لگادیا گیا۔ کہتی ہیں جب میں نے آپ ﷺ کے لئے خیمہ لگتے دیکھا تو میں نے بھی (آپ سے اجازت لے کر) اپنے لئے خیمہ لگانے کو کہا جو لگادیا گیا اور (مجھے دیکھ کر) میرے علاوہ آپ کی دیگر

ازواج (یعنی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زینب بنت جحش) نے بھی اپنے لئے خیمے لگانے کو کہا جو لاگدیئے گئے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی اور (اپنے خیمے کے ساتھ اپنی ازواج کے) خیموں کو لگے دیکھا تو فرمایا کہ کیا تمہارا ارادہ نیکی حاصل کرنے کا ہے؟ (اگر ایسا ہی ہے تو نیکی کمانے کے لئے حالات کو بھی تو دیکھنا چاہئے۔ اگر اور ازواج بھی اپنے خیمے لگانے کو سوچ لیں تو مسجد میں نمازوں کے لئے جگہ کہاں رہے گی اور بغیر خیمے کے عورتوں کا مسجد میں مستقل ٹھہرنا غیر مناسب اور حیا کے خلاف ہے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں پھر آپ اپنے چونکہ ابھی اکیسوں شب شروع نہ ہوئی تھی اور بیسوں تاریخ کا دن تھا اس لئے تاکید کی خاطر، اور اس لئے بھی کہ ازواج پر اس سال اعتکاف کا ترک آسان ہو، اپنے خیمے کے بارے میں حکم دیا اور وہ اکھیر دیا گیا اور (پھر) آپ نے اپنی ازواج کو اپنے خیمے اکھیر نے کا حکم دیا تو وہ اکھیر دیئے گئے۔ پھر آپ انے (اس سال رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف نہیں کیا بلکہ) شوال کے پہلے عشرہ کا (یعنی 2 شوال سے 11 شوال تک) اعتکاف کیا۔ (ابوداؤد)

دوسراؤ اقع حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرتے تھے۔ ایک سال (یعنی 8ھ میں فتح مکہ کی وجہ سے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے اس لئے اعتکاف نہ کر سکے جب (آنندہ یعنی 9ھ کا سال چھوڑ کر) اگلا (10ھ) سال ہوا تو آپ نے بیس دن کا اعتکاف کیا (وہ دن اس سال کے اور دس دن سابقہ سال کے، کیونکہ اگرچہ مسنون اعتکاف کی تھا نہیں ہوتی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جس عمل کو اختیار کرتے ظاہری صورت میں بھی اس پر مدامت فرماتے)۔ (ابن ماجہ)۔

فائدہ: اگرچہ حدیث کے ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس دن کا اعتکاف سن 9ھ کے رمضان میں کیا ہوا لیکن چونکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول میں صرف ایک مرتبہ بیس دن کا اعتکاف کرنے کا ذکر کیا ہے اور مندرجہ ذیل حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی عمر کے آخری سال 10ھ کے رمضان میں بیس دن کا اعتکاف کرنے کی تصریح ملتی ہے اس لئے ترجیح اسی کو حاصل ہے کہ گلے سال سے مراد 10ھ کا سال ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات والے سال بیس دن کا اعتکاف کیا۔ (بخاری)۔



## صدقۃ الفطر

بہشتی زیور

### صدقۃ فطر کس پر واجب ہوتا ہے؟

جو مسلمان اتنا مال دار ہو کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو یا اس پر زکوٰۃ تو واجب نہیں لیکن ضروری اسباب سے زائد اتنی قیمت کا مال و اسباب ہے جبتنی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہو تو اس پر عید کے دن صدقہ دینا واجب ہے چاہے وہ تجارت کا مال ہو یا تجارت کا نہ ہو اور چاہے سال پورا گزر چکا ہو یا نہ گزر ہو اور اس صدقۃ کو شرع میں صدقۃ فطر کہتے ہیں۔

**مسئلہ:** کسی کے پاس رہنے کا بڑا قیمتی گھر ہے اور پہنچنے کے بڑے قیمتی قیمتی کپڑے ہیں اور خدمت کے لیے دو چار خادم ہیں۔ گھر میں آٹھ دس ہزار کا ضروری سامان بھی ہے جو سب کام میں آتا ہے مگر زیور نہیں ہے اور نہ ہی کچھ روپیہ ہے۔ یا زائد کچھ روپیہ اور ضرورت سے زائد سامان ہے مگر وہ ساڑھے باون تو لے چاندی کی مالیت سے کم ہے تو ایسے شخص پر صدقۃ فطر واجب نہیں۔

**مسئلہ:** کسی کے دو گھر ہیں ایک میں خود رہتا ہے اور ایک خالی پڑا ہے یا کرایہ پر دے دیا ہے تو یہ دوسرا مکان ضرورت سے زائد ہے اگر اس کی قیمت اتنی ہو جتنی پر کہ زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اس پر صدقۃ فطر واجب ہے اور ایسے کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا بھی جائز نہیں البتہ اگر اسی پر اس کا گزارہ ہو تو یہ مکان بھی ضروری اسباب میں داخل ہو جائے گا اور اس پر صدقۃ فطر واجب نہ ہو گا اور زکوٰۃ کا پیسہ بھی لینا درست ہو گا۔

ماہنامہ التقوی

مئی 2021ء

رمضان، شوال 1442ھ



خلاصہ

یہ ہوا کہ جس کو زکوٰۃ اور صدقہ کا پیسہ لینا درست ہے اس پر صدقہ فطر واجب نہیں اور جس کو صدقہ اور زکوٰۃ کا لینا درست نہیں اس پر صدقہ فطر واجب ہے۔

**مسئلہ:** کسی کے پاس ضروری اسباب سے زائد مال و اسباب ہے لیکن وہ قرض دار بھی ہے تو قرضہ منہا کر کے دیکھو کیا بچتا ہے۔ اگر انی قیمت کا اسباب بچ رہے جتنے میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو صدقہ فطر واجب ہے اور اگر اس سے کم بچ تو واجب نہیں۔

**مسئلہ:** کسی شخص کے پاس صرف دو تو لے سونا ہوا اس کے علاوہ چاندی ہونے نقدی ہونے مال تجارت ہوا اور نہ ہی ضرورت سے زائد کچھ سامان ہو۔ پھر دتوالہ سونے کی قیمت اگر ساڑھے باون تو لہ چاندی کی قیمت کے برابر یا زائد ہو تو اس شخص پر صدقہ فطر واجب ہے۔

**مسئلہ:** جس نے کسی وجہ سے رمضان کے روزے نہیں رکھے اس پر بھی یہ صدقہ واجب ہے اور جس نے روزے رکھے اس پر بھی واجب ہے۔

صدقہ فطر کس کی طرف سے نکالنا واجب ہے

صدقہ فطر اپنی طرف سے واجب ہوتا ہے اور نابالغ اولاد کی طرف سے بھی دینا واجب ہے۔ بالغ اولاد کی طرف سے دینا واجب نہیں بلکہ اگر وہ نصاب کے مالک ہوں تو خود ادا کریں۔ البتہ اگر کوئی اولاد مجنون فقیر ہو خواہ نابالغ ہو یا بالغ ہو تو اس کی طرف سے بھی دے۔

صدقہ فطر کب واجب ہوتا ہے

عید کے دن جس وقت فجر کا وقت آتا ہے اسی وقت یہ صدقہ واجب ہوتا ہے تو اگر کوئی فجر کا وقت آنے سے پہلے ہی مر گیا اس پر صدقہ فطر واجب نہیں اس کے مال میں سے نہیں دیا جائے گا۔ اسی طرح جو بچہ عید کے دن صبح ہونے کے بعد پیدا ہو تو اس کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں۔

**مسئلہ:** بہتر یہ ہے کہ نماز کے لیے عیدگاہ میں جانے سے پہلے ہی صدقہ دے دے اگر پہلے نہ دیا تو

خیر بعد میں سہی۔

**مسئلہ:** کسی نے صدقہ فطر عید کے دن سے پہلے ہی رمضان میں دے دیا تب بھی ادا ہو گیا۔ اب دوبارہ دینا واجب نہیں۔

**مسئلہ:** اگر کسی نے عید کے دن صدقہ فطر نہ دیا تو معاف نہیں ہوا۔ اب کسی دن دے دینا چاہیے۔

**مسئلہ:** صدقہ فطر واجب ہونے کے بعد اگر آدمی کے پاس مال ضائع ہو جائے تو صدقہ فطر ساقط نہیں ہوتا اور ذمہ میں رہتا ہے۔

### صدقہ فطر کی فی کس مقدار کتنی ہے

صدقہ فطر میں اگر گیہوں، یا گیہوں کا آٹا یا گیہوں کے ستو دے تو پونے دوسرے سے آڈھی چھٹا نک زائد دے۔ احتیاطاً پونے دوکلو یا پورے دوکلو دے دے۔ اگر جو یا جو کا آٹا یا کھور دے تو اس کا دو گناہ دینا چاہیے۔

**مسئلہ:** اگر گندم اور جو کے سوا کوئی اور انواع دیا جیسے چنا، جوار تو انہا دے جو پونے دوکلو گندم کی قیمت میں آتا ہے۔

### صدقہ فطر کی ادائیگی

**مسئلہ:** اگر گندم اور جو نہیں دیے بلکہ گندم اور جو کی قیمت دے تو یہ سب سے بہتر ہے۔

**مسئلہ:** ایک آدمی کا صدقہ فطر ایک ہی فقیر کو دے یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی فقیروں کو دے دونوں باتیں جائز ہیں۔

**مسئلہ:** اگر کئی آدمیوں کا صدقہ فطر ایک ہی فقیر کو دے دیا یہ بھی درست ہے۔

**مسئلہ:** جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے ان کو صدقہ فطر بھی دینا جائز ہے اور جن کو زکوٰۃ دینا جائز

نہیں ان کو صدقہ فطرت کی دینا جائز نہیں۔

## عشر کے مسائل

### مقدار عشر

اگر کھیت کو سینچانا ہے پڑے فقط بارش کے پانی سے پیداوار ہو گئی یا ندی اور دریا کے کنارے پر تراویٰ میں کوئی چیز بولی اور بے سینچ پیدا ہو گئی تو ایسے کھیت میں جتنی پیداوار ہوئی ہے اس کا دسوال حصہ دینا واجب ہے یعنی دس من میں ایک من اور دس سیر میں ایک سیر، اور اگر کھیت کو رہٹ چلا کر سینچا گیا ہو یا کنوں یا ٹیوب ویل یا نہر کے خریدے ہوئے پانی سے آپاشی کی گئی ہواں میں بیسوال حصہ واجب ہے یعنی بیس من میں ایک من اور بیس کلو میں ایک کلو۔ اگر دونوں طرح ہوئی ہوتا غالب کا اعتبار ہے اور اگر دونوں طریقے مساوی ہوں تو بعض کے نزدیک بیسوال حصہ اور بعض کے نزدیک عشر کا تین چوتھائی یعنی چالیس من میں سے تین من واجب ہے۔

### کس پیداوار پر عشر واجب ہے اور کس پر نہیں

اس بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ زمین سے جو پیداوار ابتوں فائدہ اور آمدن کے اصل مقصد ہواں میں عشر واجب ہے اور جو پیداوار اصلًاً مقصود نہیں اس میں عشر واجب نہیں۔

پس مندرجہ ذیل پیداوار میں عشر واجب ہے۔

ہر قسم کے انماج، ساگ، ترکاری، میوه، پھل وغیرہ۔ ■■■

اسی کے پیڑ اور رینج ■■■

کپاس ■■■

تمباکو اور افیون ■■■

جانوروں کے چارہ کے لیے جو گھاس اگائی جیسے بر سین، جوار، مژرو غیرہ ■■■

بید یا چنار یا صنوبر یا اس قسم کے اور درخت ہوں اور ان کو کاٹ کر بیٹھا ہو۔ ■■■

جو شخص خود گھاس کی دیکھ بھال شروع کر دے اور نیچ کر کمائی کرے۔ ■■■

وہ نجح جن کی پیداوار اصلًا مقصود ہے مثلاً سورج مکھی، سرسوں، اسی، سویا وغیرہ۔

وہ پھول جن کی پیداوار آمدنی کے لیے مطلوب ہو۔

عشری زمین یا پہاڑ یا جنگل سے اگر شہد نکالا جائے تو اس میں بھی عشر واجب ہے۔

### مندرجہ ذیل میں عشر واجب نہیں

بھوسہ اور سوکھی چری جس سے انماج حاصل کیا گیا ہے۔ البتہ اگر دانہ پڑنے سے پہلے ہی اس کو کاٹ لیا گیا ہو تو اس میں بھی عشر ہے۔

وہ نجح جن کی زراعت مقصود نہیں ہوتی جیسے تربوز، خربوزہ، گلڑی اور کھیرے کے نجح۔

لکڑی (ایندھن)، گھاس، نرکل، جھاؤ اور کھجور کے پتے جب کہ ان کی دیکھ بھال نہ کی جاتی ہو اور ان کو فروخت نہ کیا جاتا ہو۔

درختوں سے حاصل ہونے والی گوند، رال اور لاکھ۔

خود رو دوائیں یا وہ دوائیں جو زراعت میں اصل مقصود نہ ہوں۔

تنبیہ: اگر زمین کو انہی چیزوں میں لگادیا ہو اور زراعت سے یہی چیزیں اصل مقصود ہوں اور آمدنی کا ذریعہ ہوں تو ان پر عشر واجب ہوگا۔

اپنے گھر کے اندر کوئی درخت لگایا یا کوئی چیز تراکری کی قسم کی یا اور کچھ بویا اور اس میں پھل آیا۔

### عشر کے چند مسائل

تنبیہ: جہاں لفظ عشر آئے گا عشر (دو سویں حصہ) اور نصف عشر (میسویں حصہ) دونوں کو شامل ہوگا۔

مسئلہ: عشری زمین میں عشر یا نصف عشر کل پیداوار میں واجب ہوتا ہے خواہ پیداوار تھوڑی ہو یا

زیادہ ہو اس میں کوئی نصاب شرط نہیں ہے۔ مالک پر قرض اس کی ادائیگی سے مانع نہیں ہے اور زراعت کے آخر اجات بھی اس میں منہا نہیں کئے جاتے۔ البتہ جو لوگ کسی خاص حصہ پیداوار پر زراعت میں کام کرتے ہیں ان کے حصہ کا عشر خود ان کے ذمہ ہے۔

مسئلہ: عشر میں سال کا گزرنابھی شرط نہیں ہے اور سال میں جتنی مرتبہ پیداوار ہو ہر مرتبہ عشر زکانا واجب ہے۔

مسئلہ: نابالغ بچہ اور بجنون کی زمین میں بھی عشر واجب ہے۔

مسئلہ: ارض وقف میں بھی عشر واجب ہے۔

مسئلہ: جب پہل قابل اطمینان ہو جائے اس وقت کے حساب سے عشر واجب ہے۔

مسئلہ: پہل کے قابل اطمینان ہونے کے بعد اور تیار ہونے سے پہلے جو پہل توڑے اس کا حساب رکھے اس کا بھی عشر دینا پڑے گا۔

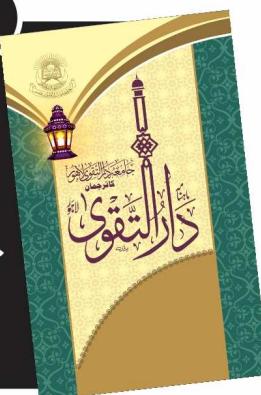
مسئلہ: کپنے سے پہل کھیت تیج ڈالا تو اس کا عشر خریدار کے ذمہ ہے اور اگر کپنے کے بعد بیچا تو بالع یعنی فروخت کنندہ کے ذمہ ہے۔ یہی حکم پہل کا ہے۔

مسئلہ: جوز میں کراہی پر دی جائے اس کا عشر کاشکار کے ذمہ ہے کیونکہ وہ پیداوار کا مالک ہے اور اگر مزارعہ یعنی بٹائی پر دی گئی ہو تو مالک زمین اور کاشکار دنوں کے ذمہ اپنے اپنے حصہ میں واجب ہے۔



ہر ماہ بات اعدگی سے شائع ہونے والے

**تربيٰتی، اصلاحی اور تبلیغی رسالہ**  
تاہبر حضرات اپنے کاروبار اور مصنوعات کی  
موثر تشهییر کے لئے ماہنامہ دارالتحقیقی کا انتخاب کریں



مرکز مسجد الہماں کے قریب تقریباً تین کنال کا پلاٹ حاصل کر لیا گیا ہے، جہاں وسیع و مریض بیڈنگ تیم کی جائے گی اور دارالقرآن و دیگر شعبہ جات قائم کئے جائیں گے۔ اب سے تقدیر کی درخواست ہے



**MIB**  
گلشن راوی برائج  
رائج روڈ: ۱۵۹  
کاؤنٹ نمبر: 1001820660001

رمضان، شوال 1442ھ میں 2021ء

مہمان دارِ تقویٰ



# سالہ التخصص فی علوم الحدیث

جامعہ دارالتفوی

شیعیتیں علوم حدیث کے لئے

عظیم خوشخبری

طلیباء علوم الحدیث رجوع فرمائیں

دا خلے محدود ہیں

آغاز داخلہ: 5 شوال: ۱۴۲۲ھ برطائیتی 2021ء  
0322-4055226 0334-3129458

بمقام جامع مسجد الہلال، چوبر جی پارک، لاہور

+92-300-333-224 [www.darultaqwa.org](http://www.darultaqwa.org) [jamiadarultaqwa.com](https://jamiadarultaqwa.com)

مفتی اونلائن +92-300-4113082 [ifta4u@yahoo.com](mailto:ifta4u@yahoo.com)

خاص علی و دعویٰ ماحول میں

# دورہ حدیث شریف

اساتذہ  
دورہ حدیث

جامعہ  
دارالتفوی  
زیر اہتمام



# تحصیل دو سالہ فی الفقہ

دا خلے محدود ہیں

جامعہ دارالتفوی

شیعیتیں علوم دینیکے لئے

عظیم خوشخبری

# الحمد لله رب العالمين دارالتفوی لاہور شعبۂ سنین

میں داخلے جاری ہیں

درسِ نظامی

ناظرہ

حفظ

آغاز داخلہ 10 شوال سے وقت داخلہ صبح 8 تا 12

042-35967905 جامعہ دارالتفوی جامع مسجد الہلال چوبر جی پارک، لاہور

+92-3-222-333-224 [www.darultaqwa.org](http://www.darultaqwa.org) [jamiadarultaqwa.com](https://jamiadarultaqwa.com)

شرعی مسائل میں رہنمائی کیلئے Mufti Online +92-300-4113082 [ifta4u@yahoo.com](mailto:ifta4u@yahoo.com)

دارالتفوی

وفاق المدارس العربية کے سالانہ امتحان 1442ھ میں

## باجعہ داراللّٰہ تقویٰ القورا کا اعزاز

ملکی اور صوبائی سطح پر 11 پوزیشنز



بُنَاتِ

ملکی سطح پر 3 پوزیشنز

صوبائی سطح پر 4 پوزیشنز

بُنَينِ

ملکی سطح پر 1 پوزیشن

صوبائی سطح پر 3 پوزیشنز

بنت محمد ادریس، عالیہ سال دوم، ملکی سطح پر پہلی پوزیشن

بنت ریاض، دراسات دینیہ سال دوم، ملکی سطح پر دوسری پوزیشن

بنت مهر محمد اشرف، دراسات دینیہ سال دوم، ملکی سطح پر سوم پوزیشن

بنت محمد ادریس، عالیہ سال دوم، صوبائی سطح پر پہلی پوزیشن

بنت محمد معاذ، عالیہ سال اول، صوبائی سطح پر سوم پوزیشن

بنت حسن ندیم، خاصہ سال دوم، صوبائی سطح پر سوم پوزیشن

بنت ابو یاسر، خاصہ سال دوم، صوبائی سطح پر سوم پوزیشن

اسامہ عابد، سادس، ملکی سطح پر اول پوزیشن

اسامہ عابد، سادس، صوبائی سطح پر پہلی پوزیشن

حفیظ الرحمن، موقف علیہ، صوبائی سطح پر دوم پوزیشن

راجہ فیضان، دورہ حدیث، صوبائی سطح پر سوم پوزیشن

وفاق المدارس العربية کے درج حفظ کے سالانہ امتحان میں بھی جامعہ کی کارکردگی 100 فیصد رہی

جامعہ اس سے پہلے بھی متعدد بار وفاق المدارس العربية کے امتحانات میں نمایاں پوزیشن حاصل کرچکا ہے



+92-3-222-333-224



[www.darultaqwa.org](http://www.darultaqwa.org)



/jamiadarultaqwa



Mufti Online



+92-300-4113082



ifta4u@yahoo.com

شرعی مسائل میر جہانی گلے

الحمد لله